MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL
ماہنامہ
لاہور
# مرآۃ العارفین انٹرنیشنل
جلد 22
شمارہ 12
اپریل 2022ء، رمضان المبارک 1443ھ
WWW.MIRRAT.COM

## قرآن نمبر

# فکرِ اقبال

چو رختِ خویش بربستم ازیں خاک
ہمہ گفتند با ما آشنا بود!
ولیکن کس ندانست ایں مسافر
چہ گفت و با کہ گفت و از کجا بود!

جب میں نے اس دنیا سے رختِ سفر باندھا، تو سب نے کہا
یہ ہمارا جاننے والا تھا۔ مگر کوئی نہیں سمجھا کہ
اس مسافر (اقبال) نے کیا کہا، کس سے کہا اور یہ کہاں سے تھا۔
(ارمغانِ حجاز)

**وفات**
21 اپریل 1938ء

عصرِ حاضر میں ہمیں فکرِ اقبال سے
مضبوط عملی تعلق قائم کرتے ہوئے
احیائے دین اور اُمتِ مسلمہ کو درپیش مسائل
کے حل کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلسل اشاعت کا بائیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور

اپریل 2022ء بمطابق رمضان المبارک 1443ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فیضانِ نظر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب


چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان


## نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو کی نسبت سے شائع ہونے والا وحدتِ وحدانیت کا ترجمان۔
اصلاحِ انسانیت کا پیامبر اتحادِ ملت بیضا کے لئے کوشاں نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

## اس شمارے میں


| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | اقتباس | | 3 |
| | **اداریہ** | | |
| 2 | دستک | | 4 |
| | **قرآن نمبر** | | |
| 3 | پیغامِ وعظ رب ہے اُم الکتاب کا (نظم) | مستحسن جامی | 5 |
| 4 | عظمتِ قرآن | ڈاکٹر عبد القیوم منظر | 6 |
| 5 | قرآن مجید کی حرمت و عظمت: اقوالِ آئمہ و مفسرین کی روشنی میں | مفتی منظور حسین قادری | 9 |
| 6 | قرآن کریم میں شانِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کا بیان | مفتی محمد اسماعیل خان نیازی | 15 |
| 7 | قیادت (لیڈرشپ) کے لئے متعین کردہ چند قرآنی اصول | پروفیسر ڈاکٹر فیض رسول | 25 |
| 8 | عالمی جامعات میں تراجم و تفاسیرِ قرآن کی تدریسی روایت | شکیل احمد | 30 |
| 9 | تجوید القرآن کی اہمیت اور مختصر تاریخی جائزہ | مفتی محمد شیر القادری | 34 |
| 10 | قرآن مجید میں علم البیان اور علم البدیع کا اجمالی جائزہ | مفتی محمد صدیق خان قادری | 43 |
| | **باھُو شناسی** | | |
| 11 | Abyat e Bahoo | Translated by: M.A Khan | 49 |



آرٹ ایڈیٹر
- محمد احمد رضا
- واصف علی

اندرونِ ملک نمائندے

| | |
|---|---|
| اسلام آباد | مہتاب احمد |
| کراچی | شکیل احمد |
| فیصل آباد | ڈاکٹر غضنفر عباس |
| ملتان | شبیر حسین |
| لاہور | حافظ محمد ریحان |
| کوئٹہ | رسالت حسین |
| پشاور | سید حسین علی شاہ |

بیرونِ ممالک نمائندے

| ممالک | نمائندگان |
|---|---|
| اٹلی | چوہدری ناصر حسین |
| انگلینڈ | منظور احمد خان |
| ساؤتھ افریقہ | آصف ملک |
| سعودی عرب | میر کریم بخش |
| سپین | محمد جمیل |
| فرانس | احمد علی |
| کینیڈا | ثقلین عباس |
| متحدہ عرب امارات | نصیر شاہ |
| ملائیشیا | محمد شفقت |
| یونان | محمد شکیل |

| فی شمارہ (سادہ) | فی شمارہ (آرٹ پیپر) |
|---|---|
| 45 روپے | 100 روپے |
| سالانہ (ممبرشپ) 540 روپے | سالانہ (ممبرشپ) 1200 روپے |

| سعودی ریال | امریکی ڈالر | یورپین پونڈ |
|---|---|---|
| 400 | 200 | 140 |

اپنی پراڈکٹس اور سروسز کی کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے۔ رابطہ کیلئے: 0300-8676572





E-mail: miratularifeen@hotmail.com P.O.Box No.11 ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔

"(وہ) رحمن ہی ہے۔ جس نے (خود رسولِ عربی (ﷺ) کو) قرآن سکھایا۔ اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا۔ اسی نے اسے (یعنی نبیٔ برحق (ﷺ) کو ما کان و ما یکون کا) بیان سکھایا۔"

(الرحمٰن: 1-4)

"حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: روزِ قیامت قرآن مجید پڑھنے والے سے کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا اور جنت میں منزل بہ منزل اوپر چڑھتا جا اور یوں ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، جیسے تو دنیا میں ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) سے پڑھا کرتا تھا۔ تیرا ٹھکانہ جنت میں وہاں پر ہو گا جہاں تو آخری آیت تلاوت کرے گا"۔ (صحیح مسلم، باب فی فضل المنتشر فی اللہ)

## فرمان سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی

محبوبِ سبحانی، غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

سیدنا رسول اللہ (ﷺ) نے قرآن پاک کی اصل کو زبانِ قدس (بلاواسطہ اللہ عزوجل) سے حاصل فرمایا اور اس کے بعد مصلحتِ عامہ کے تحت کفار و منافقین کے انکار پر بطورِ حجت جبرائیل (علیہ السلام) نازل ہوئے۔ اس پر اللہ عزوجل کا یہ فرمان مبارک دلیل ہے: "بے شک آپ (ﷺ) کو قرآن بلاواسطہ اللہ عزوجل کی حکیم و علیم ذات کی طرف سے سکھایا جاتا ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) دورانِ وحی قرآن پاک پڑھنے میں جبرائیل (علیہ السلام) سے سبقت لے جاتے تھے حتیٰ کہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان مبارک نازل ہوا: آپ (ﷺ) قرآن پاک پڑھنے میں جلدی نہ فرمایا کریں جب تک نزولِ وحی پورا نہ ہو جائے"۔ یہی وجہ ہے معراج کی رات جبرائیل (علیہ السلام) پیچھے رہ گئے اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ جا سکے۔

(سر الاسرار)

## فرمان سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

لکھن نوں سکھیوں تے لکھنا ناں جاتا کیوں کاغذ نوں کتیوں زایا ھو
قط قلم نوں مار ناں جانیں تے کاتب نام دھرایا ھو
سبھ صلاح تیری ہوئی کھوٹی جاں کاتب دے ہتھ آیا ھو
صحیح صلاح تنہاں دی باھو جنہاں الف تے میم پکایا ھو

(ابیاتِ باھُو)

## فرمان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

### ایمان۔ اتحاد۔ تنظیم

"آپ نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو پیغام دوں۔ میں آپ کو کیا پیغام دے سکتا ہوں؟ ہماری رہنمائی اور بصیرت کے لیے عظیم ترین پیغام تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم خود کو پہچانیں اور ان عظیم صفات، خوبیوں اور قوتوں کو بھی جن کے ہم حامل ہیں۔ آیئے ہم اپنے عظیم مقصد کے لیے کام کریں۔ ہمیں اپنی عظیم صلاحیتوں کو صحیح سمت میں بروئے عمل لانا چاہیے"۔

(صوبہ سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام، 4 اپریل 1943ء)

## فرمان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
جو حرف 'قل العفو' میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

(ضربِ کلیم)

## پاکستان میں فہم قرآن کا رجحان اور ہماری دینی وملی ترجیحات

قرآن مجید ہر دور میں انسانیت کیلئے ہدایت و نصیحت اور علم و حکمت کا بنیادی منبع رہا ہے۔ یہ تعلیمات قرآن کے ابدی ہونے پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ امتِ مسلمہ کو مختلف ادوار میں جتنے بھی بڑے چیلنجز اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس نے اپنے روشن مستقبل کی راہیں قرآن مجید کی روشنی میں متعین کی کیونکہ یہ عظیم کتاب ہر میدان میں مسلمانوں کیلئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مثلاً ماضی میں جھانکیں تو پتہ چلتا ہے کہ علوم و فنون، طرزِ حکومت و معاشرت اور تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے امتِ مسلمہ کا دنیا میں عروج و اقبال حکمتِ قرآن سے علمی و فکری اور روحانی طور پر آبیاری سے ممکن ہوا؛ اور یہ عظیم کتاب مسلمانوں کیلئے ڈرائیونگ فورس (Driving Force) کا کام کرتی رہی۔ لیکن جب مسلمانوں نے قرآن مجید سے اپنا عملی رشتہ منقطع کرلیا اور فہم قرآن کا ذوق ترک کر دیا پھر ذلت، خواری اور زوال ان کا مقدر ٹھہرا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خوار از مہجوری قرآں شدی　　　شکوہ سنج گردش دوراں شدی

"میری ذلت کا اصل سبب یہ ہے کہ تو نے قرآن کو چھوڑ دیا اور زمانے کی گردش کے شکوے کرنے لگا"۔

عصر حاضر میں مملکتِ خداداد پاکستان واحد ریاست ہے جو نظریہ اسلام کی بنا پر معرضِ وجود میں آئی جس کی اساس کلمہ طیبہ اور قرآن مجید پر استوار ہے۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں قرآن فہمی، قرآن سے عملی رہنمائی اور قرآنک سائنسز کی طرف لوگوں کا رجحان بہت کم ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید کی تلاوت گو وہ معنی و مطالب کو سمجھے بغیر ہو یقیناً ثواب و برکت اور نفع سے خالی نہیں۔ لیکن کیا اس سے نزولِ قرآن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے؟ قطعاً نہیں! یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک اس کے حقیقی پیغام کو نہ سمجھا جائے۔

یاد رہے! کہ اسلامی ضابطہ حیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے قرآن مجید اور اسلامیات کی لازمی تعلیم ریاستِ پاکستان کے آئین (آرٹیکل 31 دفعہ 2a) کا حصہ ہے۔ حکومتِ پاکستان نے قرآن مجید کی مع ترجمہ لازمی تعلیم (سرکاری و نجی تعلیمی اداروں میں) کا باقاعدہ بل منظور کر کے نہایت اہم اقدام کیا ہے جو قابلِ ستائش ہے لیکن تاحال اس کا مکمل نفاذ نہیں ہو سکا۔ وقت کے تقاضوں کو بھانپتے ہوئے حکومتِ پاکستان کو تمام تعلیمی اداروں میں مکمل قرآن مجید کی تعلیم ترجمہ کے ساتھ پڑھانے کا نفاذ ہر قیمت پر یقینی بنانا ہوگا وگرنہ ہماری نئی نسل اپنے بنیادی دینی وملی اور روحانی سرمائے سے محروم ہو جائے گی۔

آج بالخصوص پاکستان کی نوجوان نسل میں قرآن مجید سے عملاً دوری کی وجہ سے بڑھتا اخلاقی اور روحانی بحران اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم نے بحیثیتِ قوم کبھی اپنی دینی وملی ترجیحات متعین کرنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ طلباء بالخصوص اساتذہ و والدین اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنا دینی فریضہ سمجھ کر قرآن مجید مع ترجمہ صحیح معنوں میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ عصری تعلیم سے وابستہ افراد بلکہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی کتاب سے اپنا مضبوط رشتہ جوڑے۔

مزید برآں! نوجوان نسل میں یہ صلاحیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ دورِ جدید کے لحاظ سے قرآن مجید کی نئی جہتوں پر فکر و تدبر کرے اور اپنے نظریات کو قرآن کی روشنی میں پرکھے۔ بزبانِ حکیم الامت علامہ اقبالؒ:

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب　　　تو از و کامی کہ میخواہی بیاب

"اے مسلمان! قرآن مجید کا تجھ پر حق ہے کہ تو اس کی تلاوت کو اپنا شعار بنالے (محض ثواب کی غرض سے نہیں بلکہ عمل اور اسرارِ حق تعالیٰ کی معرفت کی غرض سے) اور جو تو چاہتا ہے (اپنے تمام مقاصد اور ضروریات کی تکمیل) قرآن مجید سے حاصل کر"۔

سیاست سے لے کر معیشت تک اور سماج سے لے کر فلسفہ تک، قرآن کریم مختلف جہاتِ علوم میں ہمیں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جہاں مغرب میں یونیورسٹیز دینیات (theology) کو باقاعدہ مضمون کے طور پر پڑھاتی ہیں تو ہمارے ہاں یونیورسٹیز قرآنی علوم کو جدید تناظر میں کیوں نہیں پڑھا سکتیں؟ روایتی علوم کے ساتھ ساتھ علومِ جدید اور سائنسی اندازِ تحقیق کے ساتھ ہمیں نت نئی جہات پہ تحقیق سے اپنے ملی و قومی مسائل کا حل قرآن کریم کی رہنمائی سے تلاش کرنا ہے۔ یہی بانیانِ پاکستان کا طریق تھا اور یہی فکر ہمارے گوں ناگوں مسائل کو حل کر سکتی ہے۔

# پیغام دلفریب ہے اُم الکتاب کا

مسز محسن جامی

پیغام دلفریب ہے اُم الکتاب کا
جاری ہو لحہ لحہ تلاوت کا سلسلہ
روشن اسی سے ہوتا ہے ہر ایک راستہ
ایسا زمانے بھر میں نہیں کوئی رہنما

کیسے عیاں ہو بھید یہ عرفان کے بغیر
منزل کے ملی کبھی قرآن کے بغیر

سینوں سے مومنوں کے نہ ہوگی کبھی جدا
یہ وہ کتاب جس کا محافظ ہے خود خدا
ہے خوش نصیب جس نے بھی قرآن پڑھ لیا
اُم الکتاب اصل میں خود بھی ہے معجزہ

سینوں میں اپنے حفظ یہ قرآن کیجئے
سارا سفر حیات کا آسان کیجئے

حاصل اگر جہاں میں کسی کو ہوا کمال
پیغام نُور ہی کی بدولت ہوئے نہال
قرآں سے انحراف میں آئے کبھی زوال
سو کیجئے کتاب سے پھر رابطہ بحال

جو سب پہ منکشف ہو حقیقت، اسی کی ہے
مُسلم کو آج پھر سے ضرورت اسی کی ہے

بے مثل و بے مثال بہت منفرد حسیں
اسمائے نُور یوں ہیں کہ جیسے کوئی نگیں
"النور" کے "الحکم" کے اسرار ہیں یہیں
"الہادی" و "میزان" بھی ہیں روح کے قریں

"الشافی" و "العدل" کو دل میں بسائیے
اسمائے نُور سے دل مضطر سجائیے

اے کاش میرے جسم سے ہر رنج دُور ہو
سینوں سے ختم سارا ہی کبر و غرور ہو
زائل ہمیشہ کیلئے جامی فتور ہو
باطن پہ منکشف جو یہ پیغام نُور ہو

روشن ہو جس بشر کی بھی قرآن سے جبیں
رشک آسمان کرتا ہے ہوتی ہے خوش زمیں

☆☆☆

# عظمتِ قرآن

ڈاکٹر حافظ عبدالقیوم منظر
(پی ایچ ڈی اسلامک اسٹڈیز)

ارشادِ ربانی ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً[1]

"بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے لگا ہوں"۔

حضرت آدم (علیہ السلام) مسجودِ ملائکہ کو خلیفۃ اللہ کا منصب دے کر اہلِ ارض کی طرف مبعوث فرمایا اور نسلاً بعد نسلٍ نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رہا۔ لہٰذا ارسال و ایحائے خداوندی، کتب اور صحائف کی شکل میں ہوتا رہا جس سے تبشیر اور تنذیر کا عمل نبیوں اور رسولوں کے ذریعے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے لیے رُو بہ سفر رہا۔ یعنی بقول شاعر:

جب آدم کو رب سے خلافت ملی
تو بخشا گیا شرف پیغمبری
بڑھی آگے جب نسل انسانیت
تو دیگر رسولوں کی بعثت ہوئی

کرۂ ارض کی طرف کتب سماویہ اور صحائف قدسیہ کا سلسلہ برابر جاری رہا جن میں سے کچھ کا تذکرہ قرآن و حدیث میں وحی متلو و غیر متلو کی شکل میں ہوتا رہا۔ کچھ کتب اپنے باطن میں حقائق رکھنے کے باوجود ایحائے ایزدی میں مذکور نہ رہیں جس کے باعث ان کو کتب سماویہ یا انزال و تنزیلِ الٰہی کا باقاعدہ درجہ نہ مل سکا اور جو کتب انزال و تنزیلِ الٰہی کا باقاعدہ درجہ رکھتی ہیں وہ بھی دنیا والوں کی مکاری و فریب کاری سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ سوائے آخری کتاب جو خاتم النبیین آقائے نامدار (ﷺ) پر نازل ہوئی کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خالقِ کائنات نے ان الفاظ میں لیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[2]

"بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں"۔

لہٰذا بقول شاعر:

کتب کو بھی خالق نے نازل کیا
صحائف کا نبیوں کو تحفہ دیا
بچا گر تو قرآن شبہات سے
کہ لاریب فیہ ہے فرما دیا

تنزیلِ الٰہی کا یہ شاہکار جس وقت دنیا میں اپنی مہک و چمک، آب و تاب کی جلوہ نمایاں دکھانے کیلئے تشریف لایا تو اس وقت انسانیت اپنی حقیقی حیثیت کھو چکی تھی۔ نور سے معمور ہونے کیلئے جو بدن خاکی تیار ہوا تھا وہ کدورت کے ماحول سے آشنا ہو چکا تھا۔ لطافت کی سرزمین کثافت کا جامہ اوڑھے ہوئے تھی۔ انسانیت سوز اقوال اور تذلیلِ آدمیت افعال سے وہ فضا جس کو معطر اور معنبر کاموں کے لیے ڈھالا گیا تھا وہ تعفن خیز ذخائر کی شکل اختیار کر چکی تھی یا بالفاظِ دیگر:

تھی انسانیت کی مکدر فضا
تو قرآن سے ہو گئی منور فضا
جو ہر سُو تھی بدبوئے افعال بد
ہوئی وہ بدل کر معطر فضا

عرب کی وحشت زدہ تاریخ کے جھروکوں میں جھانک کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو انسان کہنے سے بھی زبان میں لرزش پیدا ہوتی ہے کیونکہ آدم زاد کو دنیا میں

---

[1] (البقرۃ:30)

[2] (الحجر:9)

جنگل کے قانون کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور کیا جا رہا تھا جس کی بدولت انسانیت کا خون اس نہج پر بہایا جا رہا تھا گویا کوئی آبشار ہو جس سے سرخی شفق کا گماں ہونے لگتا تھا مگر قرآن نے اپنا یہ اعلان فرما کر کہ:

إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا [1]

"جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا"۔

اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ وادی جو خون کا منظر پیش کر رہی تھی وہ اخوت کے لالہ زار میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔

گویا بقول شاعر:

تھی وادیٔ خیالات کی خاروزار
لہو آدمی کا تھا جوں آبشار
جو سیراب آیات سے دل ہوئے
تو وادی یہ نکھر بنی لالہ زار

قارئین محترم!

قرآن پاک کا چونکہ اولین سبق ہی قراءت کا تھا یعنی:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ [2]

"(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

لہٰذا قرآن پاک جس کے اسم بامسمّی ہونے کیلئے جن حروف اصلیہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے وہ "ق ر ء" سے مشتق ہے۔

چنانچہ قراءتِ قرآن کے ساتھ ساتھ عامل ہونا ضروری ہے۔ آقا کریم (ﷺ) سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پہلے جو قرآن سیکھتے تھے اس پر عمل کر کے مزید تحصیل علم کیا کرتے تھے جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے۔

حدیث پاک میں ہر وہ حافظ جو قرآن پر عمل کر کے تحفظِ کلام الٰہی کر رہا ہو اس کے درجے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ماں باپ کو صرف اس کی قراءتِ قرآن اور حفاظتِ قرآن کے باعث ایسا تاج پہنایا جائے گا جو سورج سے بھی زیادہ روشن و تاباں ہو گا اب وہ عامل خود کتنی عزو وقار کا حامل ہو گا جس کی وجہ سے والدین کو یہ مقام ملا اس کو درج ذیل قطعہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

جو قاری ہے عامل بھی قرآں پہ آج
یہ قرآن رکھ لے گا کل اُس کی لاج
وہ خود ہو گا کیا؟ جس کے ماں باپ کو
ملے زیادہ چمکیلا سورج سے تاج

قرآن کریم کی شکل میں خالق لم یزل کی طرف سے ہدایت کا منبع اور تنویر ایزدی میں شکستہ لوگوں کو فیوض و برکات کا خزینہ ملا جو ہر ایک راہرو منزل اور گم گشتہ راہ کی رہبری کرتا ہے، ظلم و جور سے انسانیت کو نجات دلا کر عدل و مساوات کا درس دیتا ہے، انسانیت کو معاشرتی انتشار سے بچا کر ایک شیرازہ میں پرو دیتا ہے اور ہر قسم کے جور و استبداد کا قلع قمع کر دیتا ہے یعنی:

[1] (آلِ عمران:103)
[2] (العلق:1-5)

خزینہ ہے یہ فیض و برکات کا
معلم ہے عدل و مساوات کا
اخوت کا حامی ہے یہ نور ہے
مخالف ہے ظلم اور ظلمات کا

یہی وہ کلامِ الٰہی ہے جس کی طرف مکمل یکسوئی اور کامل توجہ پروردگارِ لم یزل کی خوشنودی و رضا کا ذریعہ ہے اور جوں جوں مہارت قرآن اور توجہات الی القرآن میں اضافہ کیا جائے توں توں اس کے درجات اور کمال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ ایسا کلام ہے کہ جب سب لوگ، کیا اپنے کیا غیر، ساتھ چھوڑ جائیں گے اور کوئی بھی کام نہ آئے گا حتیٰ کہ مال و اولاد بھی تنہا چھوڑ دیں گے، یہی کلام اپنے قاری اور عامل کا ان مشکل لمحات میں بھی ساتھ نبھائے گا۔

یہ باعث خوشنودی ذوالجلال
یہ موجب درجہ بدرجہ کمال
نبھائے کڑے وقت میں ساتھ جب
نہ کام آئیں گے کچھ بھی مال و منال

حدیثِ نبوی (ﷺ) ہے:

"اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ"

حدیث کا مفہوم: حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ قرآن پاک کے حافظ کو قیامت کے دن کہا جائے گا (قرآن) پڑھتا جا اور (بلندی کی) طرف چڑھتا جا۔ اور ویسے ہی ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا پس تیری منزل وہ ہو گی جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہو گی۔

اس حدیث کو اور دیگر روایات کو سامنے رکھنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنت کے درجے ہی اتنے ہیں جتنی قرآن پاک کی آیات ہیں یا دوسرے الفاظ میں جنت کے 6666 درجات ہیں اور ہر درجہ دنیا و مافیہا سے زیادہ عظیم ہے۔

یہ جنت کے بارے روایات ہیں
کہ درجے مساوی آیات ہیں
جو ماہر ہے جتنی بھی آیات کا
تو اتنے ہی بس اس کے درجات ہیں

قرآن کریم میں آقا کریم (ﷺ) کی دل بستگی اور دل جوئی کی خاطر اور ہماری عبرت کے سامان کے طور پر قصص قرآنیہ ذکر فرمائے گئے۔ آقا کریم (ﷺ) خود فرماتے ہیں کہ مجھے سورۃ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ سورۃ ہود میں انبیاء کے واقعات اور معذب قوموں کا تذکرہ موجود ہے۔

ہے مذکورہ قصہ مردود بھی
تو فرعون و شداد و نمرود بھی
کہ عبرت ہے انجام عاد و ثمود
جہاں آئے صالح بھی اور ہودؑ بھی

الغرض! قرآن پاک کی شان کا حقیقی نظارہ کربلا میں دیکھا جا سکتا ہے جہاں ایک مرد کامل نے سر تن سے جدا ہونے کے باوجود تلاوت قرآن کا حق نیزے کی نوک پہ ادا کیا کیونکہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم رسول اللہ (ﷺ) نے خود عطا فرمائی تھی۔

کبھی تھا منظر وہی شان کو
پڑھا جس نے نیزے پہ قرآن کو
تلاوت کی تن سے جدا ہو کے بھی
کہ تھا جانتا اصل ایمان کو

☆☆☆

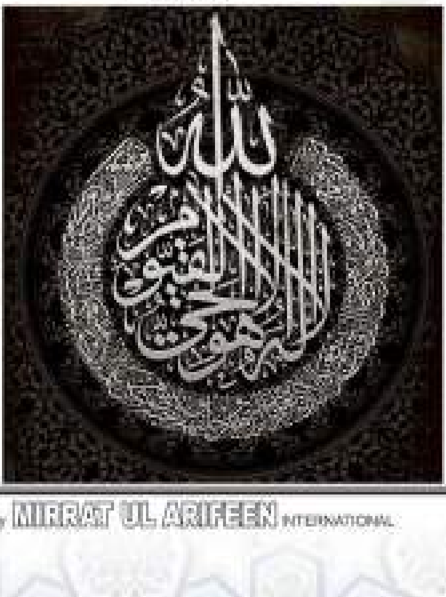

# قرآن مجید کی حرمت و عظمت

## اقوالِ آئمہ و مفسرین کی روشنی میں

مفتی محمد منظور حسین

قرآن پاک کی حرمت و تعظیم کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ازلی کلام الٰہی ہے جو لوح مکنون سے لوح محفوظ کی طرف اتارا گیا- گویا یہ کلام غیر مخلوق ہے جسے جبرائیل امین بحکم الٰہی لے کر اترتے رہے- اور اس سے بڑھ کر اس کی قدر و منزلت، شان و شوکت اور شرف و عظمت کی دلیل کیا ہو گی کہ یہ کلام الٰہی جس ہستی مبارک پر نازل ہوا وہ باعثِ تخلیق کائنات، شہِ لولاک محبوب خدا (ﷺ) ہیں، اسے لانے والے جبرائیل امین ہیں- الغرض! اس حکمت والی لاریب کتاب کو جس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے یہ اپنی عظمت و شرف میں بے مثال ہے -جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ[1]

”یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے“-

تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو سابقہ انبیاء (علیہم السلام) پر جتنی بھی کتابیں نازل کی گئیں ان میں ردوبدل کر دی گئی لیکن قرآن کریم کا یہ امتیازی وصف ہے کہ جس نے بھی اس میں تحریف یا معارضہ کرنے کی کوشش کی وہ ناکام و نامراد ہوا-

قاضی ناصر الدین عمر البیضاوی ”تفسیر بیضاوی شریف“ کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

فتحدى بأقصر سورة من سورة مصاقع الخطباء من العرب العرباء فلم يجد به قديرا و افحم من تصدى لمعارضته من فصحاء عدنان و بلغاء قحطان حتى حسبوا انهم سحروا تسحيرا ثم بين للناس ما نزل اليهم حسبما عن لهم من مصالحهم ليدبروا آياته وليتذكر اولوا الالباب تذكيرا[2]

”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورتوں میں سے سب سے چھوٹی سورت کے ساتھ عرب کے بلند بانگ اور خاص الخاص خطباء کو چیلنج کیا (کہ اس کی مثل لے آؤ) لیکن انہیں اس پر قادر نہ پایا- فصحاء عدنان اور بلغاء قحطان میں سے جس نے اس کے معارضہ کا ارادہ کیا اسے لاجواب کر دیا- حتیٰ کہ انہوں نے بھی یہ گمان کیا کہ ان پر جادو کر دیا گیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے ان کی مصلحتوں کے پیش نظر جس قدر چاہا قرآن پاک کو واضح فرما دیا تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں اور اہل عقل اس سے خوب نصیحت حاصل کریں“-

اگر قرآنی اسلوب اور انداز بیان کو گہرائی سے دیکھا جائے تو قرآن پاک کی ایک سورت تو در کنار اس کی ایک سورت کی آیات، ان کی آیات کے کلمات، الفاظ اور حروف ہی نہیں بلکہ زبر، زیر، شد و مد کے تحت بھی اس قدر حقائق اور رموز مخفی و پوشیدہ ہیں کہ زبان ان کو بیان اور قلم ان کو ضبطِ تحریر میں لانے سے قاصر ہیں-

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ[3]

”تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی“-

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَوْ اَنَّمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ[4]

”اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہوں اس کے پیچھے سات سمندر اور (ہوں) تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی“-

---

[1](البقرہ:2)
[2](تفسیر البیضاوی، ص:32)
[3](الکہف:109)
[4](لقمان:27)

قرآن کریم کی تعریف کرتے ہوئے میر سید شریف جرجانی "معجم التعریفات" میں لکھتے ہیں:

"القرآن عند اهل الحق هو العلم اللدنی الاجمالی الجامع للحقائق کله"

"اہل حق کے نزدیک قرآن وہ اجمالی علم لدنی ہے جو حقائق کلیہ کا جامع ہے"۔

اس بات کی تائید خود قرآن کریم اپنی زبانی فرماتا ہے:

"وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ"

"اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو"

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

"وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ"

"اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز ہے جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو"

"وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ"

"اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز ہے جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو"۔

اس کی عظمت و بزرگی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر اصغر و اکبر چیز اس میں موجود ہے یعنی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور ہر بڑی سے بڑی چیز کا علم اس میں درج ہے اور خشکی اور تری کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس میں نہ پائی جاتی ہو اگر انسان دارین میں اپنی نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی قرآن کی بدولت نصیب ہوگی

جب صاحب قرآن کی بات آتی ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کو اسی کیساتھ متصل ذکر فرمایا:

"یقول یا أیها الناس إنی ترکت فیکم ما إن أخذتم به لن تضلوا کتاب لله وعترتی أهل بیتی"

"آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا بے شک میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی عترت اپنی اہل بیت چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے"۔

اللہ عزوجل نے قرآن کی عظمت و فضیلت کو قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"

"بے شک ہم نے قرآن پاک کو نازل فرمایا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ روز بہان بقلی شیرازی فرماتے ہیں:

"نزلنا القرآن فی قلوب العارفین وصدور الموقنین واسرار الموحدین وانا له لحافظون"

"ہم نے قرآن مجید کو عارفین کے دلوں میں اتارا اور اہل یقین کے سینوں اور صاحب اسرار اہل توحید کے دلوں میں اتارا اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں"۔

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

"لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ"

"اسے نہ چھوئے مگر باوضو"۔

پس ثابت ہوا کہ قرآن کو بغیر وضو کے چھونا شرعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ منہیات میں آتا ہے اور منہیات سے باز نہ آنا گناہ میں شمار ہوتا ہے جس کی حرمت و تعظیم کے متعلق حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"عن شهر بن حوشب قال: قال رسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم) فضل کلام الله علی کلام خلقه کفضل الله علی خلقه"

"حضرت شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس کی مخلوق

[5](الجرجانی، معجم التعریفات، القاف مع الراء—ص:146)
[6](انعام:59)
[7](یونس:61)
[8](سبا:3)
[9](ابو عیسی الترمذی، سنن الترمذی، ابواب المناقب عن رسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم)، باب مناقب اہل بیت النبی (صلی الله علیه وآله وسلم)، رقم الحدیث 3792
[10](الحجر:9)
[11](ابی محمد صدر الدین روزبہان بن ابی نصر بقلی شیرازی (عرائس البیان فی حقائق القرآن ج:2ص:286)
[12](الواقعہ:79)
[13](الدارمی، سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل کلام اللہ ص:314 رقم:3357)

کے کلام پر اس طرح برتری حاصل ہے جیسا کہ اللہ کو اپنی مخلوق پر برتری حاصل ہے"۔

اس کی فضیلت کے متعلق مزید ارشاد فرمایا:

"قد سمعت رسول الله (ﷺ) يقول ألا إنها ستكون فتنة فقلت ما المخرج منها يا رسول الله قال كتاب الله فيه نبأ ما كان قبلكم وخبر ما بعدكم وحكم ما بينكم وهو الفصل ليس بالهزل من تركه من جبار قصمه الله ومن ابتغى الهدى في غيره أضله الله وهو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم وهو الصراط المستقيم"

"حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے سنا۔ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا عنقریب سخت فتنے ہوں گے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) ان سے کیسے نکلا جائے گا؟ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کتاب اللہ جس میں تم سے پہلوں کی اور تم سے بعد والوں کی خبریں ہیں اور تمہارے مابین کے فیصلے اور احکام ہیں اور وہ فیصلہ کن ہے کوئی ہنسی کی بات نہیں ہے اور جس نے اسے چھوڑا اپنے تکبر کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا اور جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت کو تلاش کیا اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کر دے گا وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور اس کا ذکر حکمت والا ہے اور وہ صراط مستقیم ہے"۔

قرآن کریم کی تلاوت کے وقت جمائی روکنا یہ بھی قرآن کی عظمت اور حرمت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے متعلق صاحب تفسیر قرطبی رقم طراز ہیں:

"ومن حرمته اذا تثاوب ان يمسك عن القراة لانه اذا قراء فهو مخاطب ربه و مناج و التثاوب من الشيطان"

"اور قرآن کی حرمت میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب بندہ کو جمائی آئے تو قراءت قرآن سے رک جائے کیونکہ بندہ جب قراءت کرتا ہے تو اس وقت اپنے رب کے ساتھ مخاطب اور سرگوشی کر رہا ہوتا ہے اور جمائی کا آنا شیطان کی طرف سے ہے"۔

قرآن پاک کی عظمت کے ساتھ ساتھ شرف انسانی بھی واضح ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے ذریعے بندہ اپنے مالک و مولا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر رہا ہوتا ہے جو کہ معراج انسانیت کا انتہائی درجہ ہے۔

قرآن مجید کو یہ بھی اعجاز حاصل ہے کہ اس کی مثل لانے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا"

"تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو گا"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عرب کے فصحاء و بلغاء کو چیلنج فرمایا کہ تمہارے نزدیک یہ قرآن کسی بشر کا کلام ہے تو تم اس کی مثل لے آو وہ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں اس بات کو یوں ذکر کیا ہے:

"قال البغوى نزلت الاية حين قال الكفار ولو نشاء لقلنا مثل هذا - فكذبهم الله وفيه معجزة حيث كان كما اخبر الله تعالى به ولم يقدروا على اتيان اقصر سورة منه مع كمال حرصهم على المعارضة"

"امام بغوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں جب کفار نے کہا اگر ہم چاہتے تو ضرور ہم اس کی مثل کہتے تو اس وقت آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اللہ عزوجل نے اس میں ان کی تکذیب فرمائی اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے کا اظہار ہے اس حیثیت سے کہ اللہ رب العزت نے اس کے ساتھ خبر دی اور وہ اس کا معارضہ کرنے پر اپنے پورے حرص کے باوجود بھی وہ اس کی ایک چھوٹی سی سورت کی مثل بھی نہیں لا سکتے کیونکہ وہ قدرت بھی نہیں رکھتے"۔

[14] الترمذی، سنن ترمذی کتاب فضائل القرآن رقم الحدیث 2906، ص: 675

[15] (القرطبی: الجامع لاحکام القران ج:1 ص:41)

[16] (بنی اسرائیل:88)

[17] (قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری دار الکتب العلمیہ بیروت ج:4، ص:287)

امام جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) اسی آیت کے تحت ابن جریج کا قول نقل کرتے ہیں:

"عن ابن جریج فی قوله قل لئن اجتمعت الانس و الجن---الایة یقول: لو برزت الجن و اعانهم الانس فتظاهروا لم یأتوا بمثل هذا القرآن"[18]

"حضرت ابن جریج فرماتے ہیں اگرچہ جن ظاہر ہو جاتے اور انسان ان کی معاونت بھی کرتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ وہ اس قرآن کی مثل نہیں لا سکتے"۔

پورا قرآن تو کجا اللہ تعالیٰ نے فرمایا دس سورتیں ہی لے آؤ اور ارشاد فرمایا:

"اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"[19]

"کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے جی سے بنا لیا تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو مل سکے سب کو ملا لو۔ اگر تم سچے ہو"۔

پھر باری تعالیٰ نے اس کی سورتوں کی مثل ایک سورت لانے کا چیلنج فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"[20]

"کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنا لیا ہے تم فرماؤ تو اس جیسی کوئی سورت لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب بلا لاؤ اگر تم سچے ہو"۔

"وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"[21]

"اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو"۔

"فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ"[22]

"تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں"۔

آخر قرآن پاک میں ایسی کیا بات ہے کہ جس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک آیت ہی ایسی لے آؤ اگر سچے ہو تو۔

آیئے! قرآن کریم کے اعجاز کی جھلک اس آیت کریمہ میں دیکھتے ہیں کیونکہ جو اس قرآن میں غور و فکر کرتے ہیں انہیں کس قدر موتی و ہیرے ملتے ہیں۔

"وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ"[23]

"اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے"۔

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (رحمۃ اللہ علیہ) امام شہاب الدین الخفاجی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"جمع فی ایة واحدة من امرین و نهیین و خبرین و بشارتین فهذا نوع من الاعجاز منفرد دلیل انه"[24]

"اس ایک آیت کریمہ میں دو امر دو نہی دو خبریں اور دو بشارتیں بیان کی گئی ہیں تو باعتبار اعجاز کے یہ آیت منفرد اور یکتا ہے"۔

یعنی اس کے مختصر سے حصے میں چھ اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے اسی طرح ایک اور آیت کریمہ میں اس بات کو واضح فرمایا:

"وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا"[25]

"اور ارشاد فرمایا تم اس میں سوار ہو اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا"۔

اس آیت کی تشریح میں نکات بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"انبأ جل وعز عن امر سفینة و اجرائها و اهلاك الكفرة و استقرار سفینة واستوائها و توجیه اوامر التسخیر الی الارض والسماء"[26]

[18] سیوطی، الدر المنثور فی تفسیر بالماثور ج:5، ص:295
[19] (ھود:13)
[20] (یونس:38)
[21] (البقرہ:23)
[22] (طور:34)
[23] (القصص:7)
[24] یوسف بن اسماعیل نبہانی، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ج:2، ص:290
[25] (ھود:41)
[26] ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی، الجامع لاحکام القران ص:72

"اور اللہ عزوجل نے اس میں کشتی کے بنانے اور اس کے چلانے اور کفار کی ہلاکت کی خبر دی اور ساتھ ہی کشتی کے ٹھہرنے اور اس کے برابر ہونے کی خبر دی اور اسی طرح اس میں زمین و آسمان کی طرف معاملات کی تسخیر اور ان کے مسخر ہونے کی بھی خبر دی"۔

"عن ابی امامة الحمصی قال: قال رسول اللہ (ﷺ) من اعطی ثلث القرآن فقد اعطی ثلث النبوة و من اعطی ثلثی القرآن فقد اعطی ثلثی القرآن و من قرا القرآن فقد اعطی النبوة کلها غیر انه لا یوحی الیه"[27]

"حضرت ابی امامہ حمصی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا جس شخص کو قرآن کا ثلث عطا کیا گیا پس تحقیق اس کو نبوت کے ثلث سے فیض عطا کیا گیا اور جس کو دو تہائی حصہ قرآن مجید سے عطا کیا گیا تو پس تحقیق اس کو نبوت کے دو تہائی حصے سے فیض دیا گیا اور جس نے قرآن مجید کو پڑھا پس تحقیق اس کو تمام نبوت سے فیض عطا کیا گیا مگر یہ کہ اس کی طرف وحی نہیں کی جائے گی۔

علماء نے امام زفر رحمہ اللہ کے متعلق بیان فرمایا کہ:

"اشتغل الامام الزفر رحمه الله فی آخر عمره بتعلیم القرآن و تلاوته ستتین ثم مات و راه بعض شیوخ عصره فی منامه فقال لولا سنتان لهلك زفر"[28]

"امام زفر اپنی زندگی کے آخری دو سالوں میں قرآن کریم کی تعلیم و تلاوت میں مشغول ہوئے جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے زمانے کے بعض شیوخ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا: اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو زفر ہلاک ہو جاتا"۔

جس طرح مکمل قرآن کریم کی عظمت و فضیلت اور حرمت کو آقا کریم (ﷺ) نے حدیث میں بیان فرمایا ایسے ہی مختلف سورتوں کے فضائل و مراتب کو بھی بیان فرمایا:

"قوله (ﷺ): ان الله اعطانی السبع مکان التورات و اعطانی الرائت الی الطواسین مکان الانجیل، و اعطانی ما بین الطواسین الی الحوامیم مکان الزبور، وفضلنی بالحوامیم و المفصل ما قرا هن نبی قبلی و قال نبهانی رحمه الله تعالی "ما

قراهن نبی قبلی یعنی ما انزلن علی نبی من قبلی فقراهن"[29]

"حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سبع مثانی (الفاتحہ) عطا فرمائی جو تورات کے قائم مقام ہے اور انجیل کی جگہ مجھے راآت سے طواسین تک سورتیں عطا فرمائیں اور زبور کی جگہ طواسین سے حوامیم کے مابین (یعنی ان کی درمیانی) سورتیں عطا فرمائی اور عطا کی گئی حوامیم کے ساتھ اور مفصل کے ساتھ مجھے فضیلت عطا کی گئی جن کو مجھ سے قبل کسی نبی نے قرات نہیں کیا۔ (امام نبہانی فرماتے ہیں مجھ سے پہلے کسی نبی نے حوامیم کی قرات نہیں کی یعنی مجھ سے قبل کسی نبی پر یہ نازل نہیں کی گئی تا کہ کسی نبی نے ان کی تلاوت فرمائی"۔

"عن ابی هریرة قال: قال رسول الله (ﷺ) ان الله تبارك و تعالى قرء طه یسین قبل ان یخلق السموت والارض بالفی عام فلما سمعت ملائکة القران قالت طوبی لامة ینزل هذا علیها و طوبی لاجواف تحمل هذا و طوبی لالسنة تتکلم بهذا"

"حضرت سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل سورت طٰہٰ اور سورت یسین شریف کی تلاوت فرمائی پس جب ملائکہ نے قرآن کی تلاوت کو سنا تو کہنے لگے خوش نصیبی ہے اس امت کے لیے جس پر یہ قرآن نازل ہوگا اور خوش بختی ہے ان سینوں کے لیے جو اس کو محفوظ کریں گے اور خوشخبری ہے ان زبانوں کے لیے جن سے اس قرآن کی تلاوت ہوگی"۔

جس طرح تمام سورتوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت اور برتری حاصل ہے اسی طرح سورت طٰہٰ اور یسین کو بھی فضیلت

[27] (القرطبی: الجامع لاحکام القرآن ج:1 ص:29)

[28] (امام اسمعیل حقی، روح البیان، ج:4، ص:470)

[29] (النبهانی الجواہر البحار فی فضائل نبی المختار ج:2 ص:175)

اور برتری حاصل ہے- ایسے ہی سورت العصر کی فضیلت کے متعلق سید محمود احمد آلوسی امام شافعی کا ایک قول نقل فرماتے ہیں:

"فقد روی عن الشافعی علیہ الرحمۃ انہ قال لو لم ینزل غیر ھذہ لکفت الناس لانھا شملت جمیع علوم القرآن"

"پس امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں اگر اس سورت (یعنی العصر) کے علاوہ کوئی اور سورت نازل نہ ہوتی تو یہ ضرور لوگوں کو کافی ہوتی کیونکہ یہ قرآن پاک کے تمام علوم کو محیط ہے"-

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کریم کا جس بھی زاویہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے مکمل قرآن پاک ہو یا اس کے پارے، سورتیں، رکوع، آیات ہوں یا جملے، الفاظ ہوں یا حروف ان کا مقابل یا ان کی مثل لانے سے ہر کوئی قاصر ہے اور یہی بات قرآن پاک کی عظمت و رفعت کے لئے ایک عظیم مثال ہے-

ارشادِ خداوندی ہے:

"وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ"

"اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ"-

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ظاہری و باطنی گناہوں کو ترک کرنے کا حکم فرمایا ہے ظاہری گناہوں میں جیسے شراب، زنا، قتل و غارت، چوری وغیرہ شامل ہیں اور باطنی گناہوں میں جیسے حسد، بغض، کینہ، عناد، منافقت، تکبر وغیرہ شامل ہیں تو جب انسان ظاہری گناہوں کو ترک کرتا ہے تو اس کا ظاہر پاک ہوتا ہے اور جب باطنی گناہوں کو ترک کرتا ہے تو اس کا باطن پاک ہوتا ہے تو پھر اس کو قرآن کریم کے ظاہری و باطنی اسرار و رموز سمجھ آتے ہیں-

جس کے متعلق صاحب تفسیر عرائس البیان میں لکھتے ہیں:

"قال ابن عطاء: لا یفھم اشارات القرآن الا من طھر سترہ عن الاکوان بما فیھا و قال الجنید الا العارفون باللہ المطھرون اسرارھم عمن سواہ"

"حضرت ابن عطاء فرماتے ہیں کہ قرآن کے اشارات کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا سوا اس کے جس نے اپنے باطن کو دنیا و ما فیہا سے پاک کر لیا"-

سیدنا شیخ جنید بغدادی فرماتے ہیں:

"قرآن کے اشارات کو نہیں سمجھ سکتے- مگر جنہوں نے اپنے باطن کو اس کی ذات کے علاوہ ہر ایک چیز سے پاک کر لیا"-

## خلاصہ:

ان آیات و احادیث و اقوال سے نتیجتاً ایک بات واضح ہوتی ہے کہ اس عظمت والی لاریب کتاب "قرآن مجید" سے اس کے حقیقی ثمرات تک رسائی کے حصول کے لیے فقط الفاظ تک خود کو محدود نہ کیا جائے اور صرف پڑھنے پڑھانے تک نہ روکا جائے بلکہ اس کے ظاہری و باطنی انوار سے فیض یاب ہو کر حقیقی مقصد تک رسائی حاصل کی جائے- جیسا کہ قرآن مجید میں دعوت دی گئی ہے-

"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا"

"کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے ہیں"-

یعنی الفاظ سے آگے اسرار کے حصول کے لیے ایک اور جہان آباد کرنے کی ضرورت ہے اور وہ باطن، سینے اور دل کا جہان ہے جہاں سے خزائن الٰہی کے ذریعے اپنی مراد کے دامن کو آباد کیا جا سکتا ہے-

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"ان للقرآن ظاھرا و باطنا"

"بے شک قرآن پاک کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے"-

اس کے حصول کیلئے ان دونوں کی طہارت کی ضرورت ہے جس سے دونوں بامراد ہو سکتے ہیں- مثلاً شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہو کر ظاہر کو اور ذکر الٰہی سے باطن کو آراستہ کیا جا سکتا ہے- تاکہ قرآن پاک سے نور خاص حاصل کر کے دارین کو روشن و منور کیا جائے-

☆☆☆

[30] (علامہ سید محمود آلوسی بغدادی روح المعانی، ص:409)

[31] (انعام:120)

[32] (ابی محمد صدر الدین روزبہان بقلی شیرازی: عرائس البیان فی حقائق القرآن، ج:3، ص:388)

[33] (سورۃ محمد:24)

# قرآن کریم میں شانِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا بیان

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

بلاشبہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اللہ عزوجل کے منتخب شدہ ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى“[1]

”(اے نبی (ﷺ)!) آپ فرما دیجئے کہ تعریفات سب اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو ان بندوں پر جن کو اللہ نے منتخب فرمایا“۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اللہ عزوجل کے اس فرمان مبارک ”سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى“ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد:

”أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اصْطَفَاهُمُ اللهُ لِنَبِيِّهٖ“

”رسول اللہ (ﷺ) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہیں جن کو اللہ عزوجل نے اپنے پاک نبی (ﷺ) کیلئے چن لیا تھا“۔[2]

اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:

”إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ (ﷺ) خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ فَابْتَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ (ﷺ) فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى دِيْنِهٖ“

”بے شک اللہ عزوجل نے بندوں کے دلوں پہ نظر فرمائی تو سیدنا رسول اللہ (ﷺ) کے قلبِ اقدس کو چن لیا اور آپ (ﷺ) کو رسالت کے ساتھ مبعوث فرما دیا۔ پھر سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے دل کے بعد بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو سب میں سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دلوں کو بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی مکرم (ﷺ) کا وزیر بنا دیا۔ یہ ایسے سعادت مند ہیں کہ آپ (ﷺ) کے دین کی سربلندی کیلئے جہاد کرتے ہیں“۔[3]

## صحابی (تعریف و توضیح):

الصَّاحِبُ: ساتھی، ساتھ زندگی گزارنے والا، اس کی جمع الصَّحَابَةُ: وہ بزرگ حضرات جن کو آقا کریم (ﷺ) کا دیدار اور آپ (ﷺ) کی صحبت نصیب ہوئی ہو اور ایمان لائے ہوں پھر ایمان ہی پر ان کا وصال (مبارک) ہوا ہو“۔[4]

صحابی لفظ واحد ہے، اس کی جمع صحابہ ہے۔ مذکر کیلئے صحابی کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جبکہ مؤنث واحد کیلئے صحابیہ اور جمع کے لیے صحابیات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ صحابیِ رسول (ﷺ) کی تعریف میں سیدنا امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ (ﷺ) أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهٖ“[5]

”جو بھی نبی کا ہم نشین رہا ہو یا مسلمانوں میں سے کسی کو آپ (ﷺ) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہو تو وہ آپ (ﷺ) کے اصحاب میں سے ہے“۔

[1] النمل:59

[2] الطبری، محمد بن جریر (المتوفی:310ھ)، جامع البیان فی تأویل القرآن، زیر آیت: النمل:59، ج:19، ص:482۔

[3] ابن کثیر، إسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، زیر آیت الانعام:123، ج:03، ص:333۔

[4] المنجد، ص،556-557، باب: ص، ح، ب۔

[5] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ایڈیشن اولیٰ، باب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج 05، ص:02۔

امام ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی سب سے جامع تعریف فرماتے ہیں:

**مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ (ﷺ) مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ۔**[1]

”صحابی وہ ہے جو حضور رسالت مآب (ﷺ) سے حالت ایمان میں ملاقات کرے اور اسلام پر اس کو موت آئے“۔

پھر اس کی وضاحت میں خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

”پس (اس تعریف میں) وہ داخل ہو جاتا ہے جس کو سیدی رسول اللہ (ﷺ) کی ملاقات نصیب ہو، زیادہ دیر مجلس مبارک نصیب ہو یا کم، آپ (ﷺ) سے روایت بیان کی ہو یا نہ کی ہو، آپ (ﷺ) کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر کسی کو زندگی میں ایک مرتبہ آپ (ﷺ) کی زیارت کا شرف حاصل ہو لیکن آپ (ﷺ) کی ہم نشینی کا شرف حاصل نہ کر سکا ہو یا اصلاً آپ (ﷺ) کی زیارت سے محروم رہا ہو کسی مانع کی بنا پر مثلاً وہ شخص نابینا ہو تو ایسا شخص کا شمار بھی حضور نبی کریم (ﷺ) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں ہوگا“۔

صحابی کی تعریف پر اہل سنت کا جو اجماع ہے وہ یہاں بیان ہوا ہے، اس تعریف کے مطابق ہر وہ شخص صحابی شمار ہوگا جو سیدی رسول اللہ (ﷺ) سے اس حال میں ملا کہ وہ آپ (ﷺ) کی رسالت کو مانتا تھا، پھر وہ اسلام پر ہی قائم رہا یہاں تک کہ اس کی موت آگئی خواہ وہ زیادہ عرصہ تک رسول اکرم (ﷺ) کی صحبت میں رہا یا کچھ عرصہ کیلئے۔ خواہ اس نے آپ (ﷺ) کی احادیث کو روایت کیا ہو یا نہ کیا ہو، خواہ وہ آپ (ﷺ) کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو خواہ اس نے رسول اللہ (ﷺ) کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یا (بصارت نہ ہونے کے سبب) آپ (ﷺ) کا دیدار نہ کر سکا ہو ہر دو صورت میں وہ ”صحابی رسول (ﷺ)“ شمار ہوگا۔ نیز صحابی وہ شخص ہے جس نے بحالتِ ایمان حضور نبی کریم (ﷺ) سے ملاقات کی اور اسلام پر وفات پائی، اگرچہ درمیان میں ارتداد پیش آ گیا، البتہ ایسا شخص ”صحابی“ متصور نہیں ہوگا جو آپ (ﷺ) پر ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو۔ نیز اس تعریف میں جو ایمان کی قید لگائی گئی ہے اس سے وہ شخص خارج ہو جاتا ہے جس نے حضور نبی کریم (ﷺ) سے حالت کفر میں ملاقات کی ہو اگرچہ بعد میں مسلمان ہو گیا ہو جب کہ دوسری مرتبہ آپ (ﷺ) سے ملاقات نہ کر سکا ہو۔

ان دونوں تعریفوں کو دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ پوری جماعت سیدی رسول اللہ (ﷺ) کی صحابیت میں داخل ہے جس نے حالتِ اسلام میں حضور نبی کریم (ﷺ) کی مجلس کا شرف حاصل کیا ہو، چاہے وہ ایک چھوٹا سا بچہ ہو یا بزرگ مرد ہو یا عورت۔

## صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا مقام و مرتبہ:

تمام علماء و مفسرین کا اس بات پہ اجماع ہے کہ کائنات میں انبیاء کرام (علیہم السلام) کے بعد سب سے افضل صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ کوئی غوث، ابدال، ولی یا چاہے اللہ کا جتنا بھی مقرب ہو وہ کسی بھی صحابیٔ رسول (ﷺ) (چاہے اسے ایک ہی دن یا ایک ہی لمحہ کی بحالتِ ایمان معیتِ مصطفےٰ (ﷺ) حاصل ہو) کے مقام و مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان حق باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”کوئی اور شخص اصحاب صفہ، اصحاب بدر، اصحاب کبار اور جملہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا“۔[2]

مزید ارشاد فرمایا:

”صحابہ کبار اور دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مراتب تک اور کوئی نہیں پہنچ سکتا“۔[3]

ایک اور مقام پہ لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو دین عزیز تھا۔ ان کو ابو جہل نے دین کے بدلے مال و زر اور حکمرانی کی پیش کش کی لیکن انہوں نے

[1] عسقلانی، أحمد بن علي بن حجر، الإصابة في تمييز الصحابة، ج:01، ص:158

[2] کلید التوحید (کلاں)

[3] محک الفقر (کلاں)

اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی راہ میں جان تک قربان کر دی"۔[9]

## عظمتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تعلیماتِ قرآن کی روشنی میں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۠[10]

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا"۔

اس آیت مبارکہ میں مذکورہ تمام صفات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ہیں کیونکہ "وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" سے مراد مفسرین عظام نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی نفوس قدسیہ مراد لی ہیں۔ جیسا کہ تفسیر ثعالبی اور تفسیر ابن عطیہ میں فرماتے ہیں کہ:

"وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ إشارة إلى جميع الصحابة عند الجمهور"[11]

"جمہور کے نزدیک "وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی طرف اشارہ ہے"۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں چاروں خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کا ذکر مبارک ہے۔ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" سے مراد سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" سے مراد حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) ہیں "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" سے مراد سیدنا ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) ہیں اور "تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" سے مراد حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہیں"۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل سید نعیم مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" سے مراد (ان) یعنی سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے اصحاب "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" جیسا کہ شیر شکار پر اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔ (مدارک)

"رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" ایک دوسرے پر محبت و مہربانی کرنے والے ایسے کہ جیسے باپ بیٹے میں ہو اور یہ محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک مومن دوسرے کو دیکھے تو فرطِ محبت سے مصافحہ و معانقہ کرے۔

"تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا"

"کثرت سے نمازیں پڑھتے، نمازوں پر مداومت کرتے"۔

"سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ"

اور یہ علامت وہ نور ہے جو روزِ قیامت ان کے چہروں سے تاباں ہو گا۔ اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سجدے کئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چہروں میں سجدہ کا مقام مثل ماہِ شب چہار دہم (چودھویں کا چاند) کی طرح چمکتا دمکتا ہو گا۔ عطاء کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے ان کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے۔

[9] عین الفقر، باب دہم

[10] الفتح:29

[11] ابن عطیہ، عبد الحق بن غالب (المتوفی:542ھ)، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گردکا نشان بھی سجدہ کی علامت ہے۔

"ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ"

یعنی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی یہی صفات اور تذکرہ پہلے سے سابقہ کتب میں مذکور ہے۔

"كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ"

یہ مثال ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کی بیان فرمائی گئی کہ حضور نبی کریم (ﷺ) تنہا اٹھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو آپ (ﷺ) کے مخلصین اصحاب سے تقویت دی۔

حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ آقا کریم (ﷺ) کے اصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ:

"ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہو گی، وہ نیکیوں کا حکم کریں گے، بدیوں سے منع کریں گے، کہا گیا ہے کہ کھیتی حضور نبی رحمت (ﷺ) ہیں اور اس کی شاخیں اصحاب اور مومنین"۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ"

"صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب کے سب صاحب ایمان، عمل صالح ہیں۔اس لئے یہ وعدہ سبھی سے ہے"۔[12]

2: "وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ"[13]

"اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو (پیروی کرنے والے) ہوئے اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ عزوجل سے راضی اور ان کیلئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے"۔

آیت مبارک میں: "وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ" کے بارے میں تفسیر جلالین میں مرقوم ہے۔

"وَهُمْ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا أَوْ جَمِيعُ الصَّحَابَةِ"[14]

"اور وہ شہداءِ بدر ہیں یا تمام صحابہ کرام ہیں"۔

صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت مبارک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ" سے مراد تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مراد ہیں۔اس لیے باقی مسلمانوں سے یہی حضرات اسلام قبول کرنے میں سبقت کرنے والے ہیں (اس معنی پر) من بیانیہ ہے اور تابعین سے قیامت تک آنے والے تمام اہل اسلام مراد ہیں۔ "رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" اللہ عزوجل ان (تمام صحابہ کرامؓ) سے راضی ہے، یہ مبتداء مذکور کی خبر ہے۔یعنی اللہ عزوجل ان کی اطاعات قبول فرما کر ان سے راضی ہے اور ان کے جملہ اعمال اللہ عزوجل کے ہاں

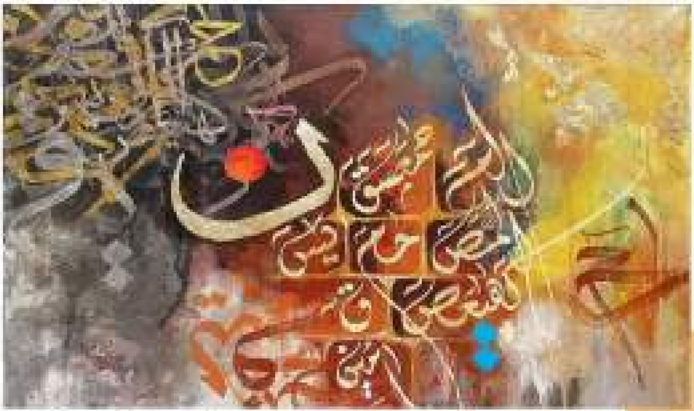

مقبول اور پسندیدہ ہیں۔ "وَرَضُوا عَنْهُ" وہ (صحابہ کرام) بھی اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمتوں سے خوش ہیں۔یہاں دینی و دنیاوی ہر طرح کی نعمتیں مراد ہیں۔

"وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ"

"اور اللہ عزوجل نے ان کیلئے ایسے باغات جن کے نیچے جاری ہیں"۔[15]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت مبارک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

[12] مرادآبادی، نعیم الدین، تفسیر خزائن العرفان، زیرِ آیت: الفتح: 29

[13] التوبہ: 100

[14] جلال الدین المحلی (المتوفی: 864ھ)، وجلال الدین السیوطی (المتوفی: 911ھ)، تفسیر الجلالین، زیرِ آیت: التوبۃ: 100، ج 1، ص: 258

[15] حقی، إسماعیل بن مصطفیٰ، (المتوفی: 1127ھ)، روح البیان، (بیروت: دار الفکر)، زیرِ آیت، التوبہ: 100، ج: 03، ص: 492۔

"اور اللہ عزوجل نے ان تمام (صحابہ کرامؓ) سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، کیونکہ یہ صریح ہے کہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) چاہے پہلے ہوں یا بعد کے ہوں، اللہ پاک نے سب سے بھلائی یعنی جنت سے وعدہ فرمایا۔ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"میرے اصحاب کو برا مت کہو، کیونکہ قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خیرات کر دے تو وہ ان کے صدقہ کئے ہوئے ایک کلو یا اس کی نصف کے بھی برابر نہیں ہوگا"۔

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے مروی یہ حدیث مبارک متفق علیہ ہے، سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"اس مسلمان کو آگ نہیں چھو سکتی، جس نے مجھے دیکھا، یا مجھے دیکھنے والے (صحابی) کو دیکھا"۔

اس حدیث مبارک کو امام ترمذی (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"کوئی بھی صحابی کسی زمین میں انتقال فرماتا ہے تو اللہ عزوجل اس کیلئے قیامت کے دن ایک قائد اور ایک نور بھیجے گا"۔

اس حدیث مبارک کو امام ترمذی (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"میرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ستاروں کی مانند ہیں پس تم ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرو گے تو تم ہدایت پا جاؤ گے"۔

اس روایت کو حضرت رزین (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا:

"(رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ) ان کی اطاعت کو قبول کر کے اور ان کے اعمال سے راضی رہ کر "وَرَضُوا عَنْهُ" اور وہ (صحابہ کرام) اللہ عزوجل سے اس کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اور نبی ہونے کی وجہ سے راضی ہوئے[10]"۔

امام رازی (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت مبارک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بلکہ یہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو شامل ہے، کیونکہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) باقی تمام مسلمانوں کی نسبت سے پہلے اور سبقت لے جانے والے ہیں۔ اللہ عزوجل کے فرمان مبارک "مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ" میں "مِنَ" کا کلمہ تبیین کے لیے ہے، بعضیت کے لیے نہیں ہے۔

حمید بن زیاد (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:

"میں نے ایک دن محمد بن کعب قرظی (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ مجھے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درمیان ہونے والے معاملات کے بارے میں خبر دیں"۔

حمید بن زیاد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"میری مراد ان کے درمیان چھوٹنے والے شبہات و اختلافات تھے"۔

محمد بن کعب قرظی (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ عزوجل نے ان سب کی مغفرت فرما دی اور اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں ان سب کیلئے جنت واجب کر دی چاہے ان کے نیکوکار ہوں یا (بتقاضا بشریت) گناہگار (یہ سن کر حمید بن زیاد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ) میں نے ان سے کہا: کس جگہ اللہ عزوجل نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے لیے جنت واجب فرمائی تو محمد بن کعب قرظی (رضی اللہ عنہ) نے انہیں فرمایا: سبحان اللہ! کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان مبارک نہیں پڑھا "وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ"۔۔۔الآیۃ۔

پس اللہ عزوجل تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے جنت اور اپنی رضا کا وعدہ فرمایا اور اللہ عزوجل نے ان (صحابہ کرامؓ) کے پیروکاروں پہ شرط لگائی، میں نے عرض کی: وہ شرط کیا ہے؟ تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ وہ عمل میں ان (صحابہ کرامؓ) کی بھلائی کے ساتھ پیروی کریں اور وہ یہ ہے کہ ان کی نیک اعمال میں پیروی کریں اور ان کے علاوہ پیروی نہ کریں یا اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی اچھی باتوں کی پیروی کریں اور ان کے بارے میں بری بات نہ

[10] مظہری، محمد ثناء اللہ (المتوفی: 1225ھ)، التفسیر المظہری، زیر آیت التوبہ: 100، ج: 4، ص: 288۔

کہیں اور ان کے کیے گئے اقدامات میں طعن و دشنام سے گریز کریں۔

حضرت حمید بن زیاد (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"گویا کہ میں نے یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہیں تھی"۔[17]

3: فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا[18]

"اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے"۔

اس آیت مبارک میں بھی اللہ عزوجل کے محبوب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے غلاموں (جنگ میں شرکت کرنے والوں اور نہ کرنے والوں) کے حالات کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

"اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا"۔

اس کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"قال اللہ تعالیٰ فی حق جمیع الصحابۃ وکلا وعد اللہ الحسنٰی یعنی الجنۃ"[19]

"اللہ عزوجل نے تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے حق میں ارشاد فرمایا: اللہ نے سب سے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا"۔

4: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ[20]

"ان فقیروں کیلئے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے ناداں انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے"۔

"یہ السیما جو سجود کا نشان ہے اس میں تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) شریک ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے سورہ فتح کے آخر میں اپنے اس فرمان مبارک "سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" کے ساتھ خبر دی ہے"۔[21]

5: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ...[22]

"تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

"حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) اللہ عزوجل کے اس فرمان مبارک "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد "هُمُ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مَعَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" وہ (صحابہ کرام) ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہجرت فرمائی"۔[23]

امام ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"اس خطاب میں صحابۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدرجہ اولیٰ شامل ہے کیونکہ پس یہ بات یقینی ہے کہ وہ ہر نیکی کا حکم کرتے اور ہر برائی سے منع کرتے"۔[24]

6: اللہ عزوجل نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ایمان کو معیار قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ[25]

[17] الرازي، محمد بن عمر رحمہ اللہ، مفاتيح الغيب، زیر آیت: المؤمن:46، ج:16، ص:129۔

[18] النساء:95

[19] مظهري، محمد ثناء الله (المتوفى:1225هـ)، التفسير المظهري، زیر آیت: النور:12، ج:06، ص:475۔

[20] البقرة:273

[21] القرطبي رحمہ اللہ، محمد بن أحمد رحمہ اللہ، الجامع لأحكام القرآن، زیر آیت: البقرة:273، ج:03، ص:342۔

[22] آل عمران:110۔

[23] الآجري، محمد بن الحسين بن عبد الله رحمہ اللہ (المتوفى:360هـ)، الشريعة، باب ذكر فضل جميع الصحابة رضي الله عنهم، ج:04، ص:1686۔

[24] عسقلاني رحمہ اللہ، أحمد بن علي بن حجر رحمہ اللہ (المتوفى:852هـ)، الإصابة في تمييز الصحابة، ج:1، ص:18۔

[25] البقرة:13

"اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں"۔

اس کی تفسیر میں تفسیر جلالین میں مذکور ہے:

**وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ**

"الناس سے مراد حضور نبی رحمت (ﷺ) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مراد ہیں"۔

**قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ**

"السفہاء سے مراد جاہل یعنی (جو کہتے ہیں کہ) ہم اس طرح کام نہیں کرتے جس طرح صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کرتے ہیں اللہ عزوجل نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: در حقیقت وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں اس حقیقت کو"۔[26]

**7: "وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"**[27]

"اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں"۔

بلاشبہ پورے کا پورا قرآن قلبِ مصطفےٰ (ﷺ) پہ نازل ہوا اور اس کی کئی آیات مبارکہ کے شانِ نزول کا سبب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے اقوال و افعال مبارکہ بنے۔ جیسا کہ روایت میں ہے:

"حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم (ﷺ) کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ آپ (ﷺ) نے اپنی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی طرف کسی کو بھیجا (تاکہ وہ کھانے کی کوئی چیز لائے) پس اس نے آپ (ﷺ) کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کے پاس کوئی چیز نہ پائی۔ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ہے جو اس رات اس کی مہمان نوازی کرے تو اللہ پاک اس پر رحم فرمائے گا۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اس کی مہمان نوازی کروں گا۔ پھر اس نے اپنی بیوی کے پاس جا کر کہا: رسول اللہ (ﷺ) کے مہمان کی خاطر مدارت کرو کوئی چیز چھپا کر نہ رکھو اس نے کہا: (واللہ) میرے پاس تو صرف اس بچی کا کھانا ہے۔ صحابی رسول (ﷺ) نے فرمایا: جب یہ رات کے کھانے کا ارادہ کرے تو اس بچی کو سلا دینا، اس چراغ کو بجھا دینا اور ہم یہ رات بھوکے گزاریں گے۔ اس کی بیوی نے ایسا کیا پھر وہ شخص سیدی رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل خوش ہوا یا ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل فلاں مرد اور فلاں عورت کی کارگزاری سے ہنسا۔ پس اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارک نازل فرمائی:

"اور یہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ یہ خود سخت ضرورت مند ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیے گئے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔[28]

**8: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ**[29]

"اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول (ﷺ) کا اور ان کا جو تم میں صاحبِ امر ہیں"۔

اگرچہ اس آیت مبارک میں مذکور 'اُولِی الْاَمْرِ' کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ لیکن رائے جو بھی ہو، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے "اولی الامر" ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اسی آیت مبارک کے تحت امام بغوی (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت عطاء (رضی اللہ عنہ) کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**هُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَالتَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ بِدَلِیْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الْاٰیَةَ.**

"وہ سب مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو (پیروی کرنے والے) ہوئے اس کی دلیل اللہ پاک کا فرمان مبارک" اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار۔ مزید حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ایک روایت لکھتے ہیں کہ:

سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

**"مَثَلُ أَصْحَابِيْ فِيْ أُمَّتِيْ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ إِلَّا بِالْمِلْحِ"**

---

[26] جلال الدين محمد بن أحمد المحلي وعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، تفسير الجلالين، زیر آیت: البقرۃ: 13، ج 1، ص: 05۔

[27] الحشر: 09 [28] صحيح البخاري، كتاب التفسير [29] النساء: 59

[30] بغوی، الحسين بن مسعود بن محمد، معالم التنزيل في تفسير القرآن (محی السنہ)، ج 02، ص: 241، زیر آیت: النساء: 59۔

"میری اُمت میں میرے صحابہ کی مثال ایسے ہے جیسے کھانے میں نمک، کھانا نمک کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتا"۔

امام خازن (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت مبارک کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"وقیل هم جمیع الصحابة لما روی عن عمر قال: قال رسول الله (ﷺ): أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم"[31]

"ایک قول کیا گیا ہے کہ (اس سے) تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مراد ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ،تم جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پا جاؤ گے"۔

9: ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"[32]

"درآنحالیکہ وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جب کہ دونوں (رسول اللہ (ﷺ) اور ابوبکر صدیق) غار (ثور) میں تھے جب وہ اپنے ساتھی (ابوبکر صدیق) سے فرما رہے تھے غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمادی اور انہیں (فرشتوں کے) ایسے لشکروں کے ذریعہ قوت بخشی جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور اس نے کافروں کی بات کو پست و فروتر کر دیا، اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

اس آیت مبارک کی تفسیر میں علامہ قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"جو بات کتاب اللہ، سنت رسول اللہ (ﷺ) اور علماء اُمت کے اقوال سے یقینی طور پہ ثابت ہے اور ضروری ہے کہ اس پہ قلوب و اذہان ایمان لے آئیں (وہ بات یہ ہے کہ) حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے افضل ہیں"۔[33]

علامہ ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی شان میں نازل ہونے والی آیات مبارکہ کو اکٹھا فرمایا ہے، ان میں سے چند آیات مبارکہ درج ذیل ہیں:

1: "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ"[34]

"اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی"۔

2: "لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا"[35]

"بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا"۔

3: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"[36]

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو"۔

ان آیات مبارکہ کو رقم کرنے کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"یہ عظیم آیات اللہ عزوجل کی جانب سے نازل ہوئیں جو حضور نبی کریم (ﷺ) کے تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی فضیلت اور عدالت کی گواہی دیتی ہیں"۔

وہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جو دار ارقم بن ابو الارقم سے شروع ہو کر مدائن کی فتح تک اسلامی کی دعوت میں ہر مشکل موقع پر حضور نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ رہے۔پس یہ بات یقینی اور قطعی

---

[31] الخازن، علي بن محمد (المتوفی: 741ھ)، (لباب التأويل في معاني التنزيل) زیر آیت: النساء: 59۔

[32] التوبہ: 40

[33] القرطبي شمس الدين محمد بن أحمد شمس الجامع لأحكام القرآن، ایڈیشن دوم، زیر آیت: التوبہ: 40۔

[34] الانفال: 84

[35] الفتح: 18

[36] التوبہ: 119

ہے کہ سید نا رسول اللہ (ﷺ) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے عادل ہونے کا حکم ساتویں آسمان (یعنی من جانب اللہ) سے نازل ہوا ہے۔ پس ہر وہ انسان جس کو کچھ علم اور معرفت دی گئی ہے اس سے اس بات کو تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اللہ عزوجل کی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے حق میں گواہی کے بعد ان کی ذوات قدسیہ میں طعن کرے۔[37]

11: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا

"بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا"۔

اس بیعت میں شریک صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی تعداد کے بارے میں امام طبری (رحمۃ اللہ علیہ) اسی آیت کے تحت ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "ان کی تعداد 1400 تھی"۔

امام قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) اسی آیت کے تحت ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وَأَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) إِنَّهُمْ لَا يَدْخُلُوْنَ النَّارَ

"سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ وہ یعنی بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے"۔

12: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ۔۔۔

"تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ عزوجل اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم (ﷺ) سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں"۔

جب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے تمام قرابتوں اور دیگر رشتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اللہ عزوجل اور اس کے محبوب مکرم (ﷺ) کی رضا کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تو اللہ عزوجل نے ان کی شان میں یہ آیت مبارک نازل فرمائی۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) نے جنگ احد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے روز بدر اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو مبارزت کے لئے طلب کیا۔ لیکن رسول کریم (ﷺ) نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی اور مُصْعَب بِنْ عُمَیر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمیر کو قتل کیا اور حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روز بدر قتل کیا اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ و ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہم) نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے۔ خدا اور رسول اللہ (ﷺ) پر ایمان لانے والوں کو قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس؟"

جب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اللہ عزوجل اور اس کے محبوب مکرم (ﷺ) کی محبت اور خوشنودی کی خاطر ہر چیز (جان، مال اور اولاد) کو بالائے طاق رکھ دیا تو اللہ عزوجل نے اسی آیت کے اگلے حصہ میں ان کی شان میں ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۗ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۗ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۗ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

"یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ عزوجل سے راضی یہ اللہ

[37] عسقلانی رحمہ اللہ، أحمد بن علي بن حجر رحمہ اللہ (المتوفى: 852ھ)، الإصابة في تمييز الصحابة، ج:1، ص:17-19۔
[38] الفتح:18
[39] المجادلہ:22
[40] المجادلہ:22

تعالیٰ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ عزوجل ہی کی جماعت کامیاب ہے"۔

## صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں اکابرین اُمت کا عقیدہ:

جس طرح اللہ عزوجل نے انبیاء کرام (علیہم السلام) کے مقام و مرتبے میں بھی درجہ بندی فرمائی ہے، ان میں بھی اولوالعزم رُسل بھی ہیں اور پھر سب سے اعلیٰ ہمارے سردار، تاجدارِ کائنات، سرورِ انبیاء، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات بابرکات ہے۔ اس طرح اکابرین اُمت نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مقام و مرتبے کے بارے میں بھی اپنی آراء کا اظہار کیا ہے اور اس (صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مقام و مرتبے) کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی بُرصوی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"اہل سنت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سب سے اول چاروں خلفاء راشدین (بالترتیب سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین، سیدنا علی المرتضیٰ) پھر عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر پھر اصحاب احد، حدیبیہ کے مقام پہ بیعت رضوان کرنے والے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہیں"۔[41]

## خلاصہ کلام:

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) وہ نفوس قدسیہ ہیں، جنہیں اللہ عزوجل نے قرآن پاک کے اولین مخاطب اور سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بلاواسطہ (ڈائریکٹ) فیض یاب ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے جس جانفشانی اور مخلصانہ طور پر اللہ عزوجل کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا وہ اپنی مثال آپ ہے، بلاشبہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مخلص، سچے مسلمان، عادل اور جنتی ہیں۔ ان میں غازی بھی، شہید بھی، مہاجر بھی اور انصار بھی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى"[42]

"جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے"۔

آج مسلمانوں کو انٹرنیشنل سطح پر مشکلات کا سامنا ہے۔ ہر محاذ پر ناکامی اور پسپائی ہے۔ دشمنانِ اسلام متحد اور اسلام کو مٹانے پر متفق ہیں، پوری دنیا میں خاص کر مسلمانوں کی اپنی اگلی نسل میں اسلام کی حسین صورت کو خراب کرنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں صلیبی، صیہونی اور ہنودی میڈیا سرگرم ہے۔ عصر حاضر میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی مثالی زندگی کی پیروی گزشتہ صدیوں کے مقابلہ میں زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ کیونکہ کامیابی کا تصور اس کے بغیر ممکن نہیں۔ ان پاکیزہ نفوس کو بھی کٹھن حالات کا سامنا تھا، مکہ میں ابتلاء و آزمائش کے شدید دور سے گزرتے تھے، تعداد بھی کم تھی اور وسائل بھی نہیں تھے۔ مشرکین مکہ کے حملے اور یہودی قبائل سے لڑائیاں تھیں پھر دائرہ وسیع ہوا تو قیصر روم اور کسریٰ کے خطرناک عزائم تھے۔ ان سب حالات کا مقابلہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے جس قوت ایمانی، عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صبر و استقامت سے کیا، وہی تاریخ ہم کو دہرانی پڑے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم خلوص نیت اور حُسنِ اعتقاد کے ساتھ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی سیرت مبارکہ کا گہرائی سے مطالعہ کریں کیونکہ ان کا ہر عمل اللہ عزوجل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ ناچیز نے چند آیات مبارکہ کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے ورنہ ان کے علاوہ اور بہت سی آیات میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں جن میں تمام اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عظمت وجلالت کا ذکر بھی ہے۔

☆☆☆

[41] حقی، اسماعیل بن مصطفےٰ (المتوفی: 1127ھ)، روح البیان، زیر آیت، التوبہ: 100، ج: 03، ص: 492۔

[42] الحجرات: 03

# قیادت
## (لیڈر شپ) کے لئے
## متعین کردہ
## رہنما قرآنی اصول

ڈاکٹر حافظ فیض رسول
(اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور)

قیادت کا بنیادی مقصد انسانوں کی درست رہنمائی اور ان کے مسائل کا آسان حل فراہم کرنا ہوتا ہے۔ باشعور، باصلاحیت اور دیانت دار قیادت نہ صرف انسانی مسائل کے حل میں ہمیشہ مستعد و سرگرم رہتی ہے بلکہ معاشرے کی خوشحالی، امن اور ترقی میں بھی کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ قیادت متعین مقاصد کے حصول کے لئے عوام کو بلا جبر و اکراہ ایک طے شدہ سمت پر گامزن کرنے کا نام ہے۔ تاثیر و کردار کے مجموعہ کو قیادت کہتے ہیں۔

کسی بھی اسلامی ریاست کیلئے ایک صالح قومی قیادت و لیڈر شپ لازمی و ابدی امر ہے جو اپنے دائرہ اختیار اور ریاست کی حدود میں حدود اللہ اور حدود العباد کا پوری طرح سے نفاذ ممکن بناتی ہے۔ اگر دنیا میں صالح قیادت کے قیام کا اصول اور فرد کے باہمی تعلق کی حدود و قیود واضح کر دی جائیں تو انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ معاشرتی، معاشی، مذہبی ظلم و جبر سے نجات پالے۔

قیادت کا لفظ اردو میں "قائد" سے اخذ شدہ ہے جس کے معنی" فوج کا سردار، حاکم، اندھے کی لاٹھی پکڑ کے چلنے والا رہنما لیڈر"۔[1] جبکہ قیم " قائم کرنے والا، نگران، منتظم، یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام بھی ہے"۔[2]

### قائد (لیڈر):

قائد سے مراد ایک ایسا شخص ہوتا ہے جب اسے کوئی ذمہ داری یا عہدہ عطا کیا جائے تو وہ اسے اپنے منصب کے شایان شان انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ قیادت کوئی آسان اور معمولی کام نہیں ہے کہ جس کی انجام دہی کی ہر کس و ناکس سے توقع کی جائے۔ قائد کو ہر وقت اندرونی و بیرونی چیلنجز کا سامنا رہتا ہے۔ ان چیلنجز سے عہدہ برا ہو کر ہی قائد اعتماد، استحکام اور قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ گوناں گوں مسائل اور چیلنجز کے باعث قیادت کی باگ ڈور ہمیشہ اہل افراد کے ہاتھوں میں ہونا بے حد ضروری ہے۔ معاشرے کو درپیش تمام مسائل کا حل ایک فرد واحد سے خواہ وہ کتنی ہی اعلیٰ صلاحیت و کردار کا حامل کیوں نہ ہو، ممکن نہیں ہے۔ اکیلے انسان کا قیادت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا بھی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ آج ہم قیادت کا مطلب کسی فرد واحد کی آمریت کو سمجھ بیٹھے ہیں جو کہ اسلامی تعلیمات اور اصولوں کے عین مغائر ہیں۔ فکری جمود اور روایتی ذہن کی وجہ سے عوام ایک فرد واحد کو اپنا لیڈر اور نجات دہندہ مان کر اسی سے اپنے مقاصد و مسائل کے حل کی توقعات وابستہ کرتے ہوئے نقصان سے دوچار ہیں۔ آمریت پسند فرد واحد کی قیادت اپنی ذات کو حقیقی قیادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے عوام کو دھوکا دیتی ہے۔ دلفریب نعروں سے یہ قیادت اپنے مفادات کے حصول میں جتی رہتی ہے اور عوام ان نعروں کی گونج میں اجتماعیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شخصیت کے سحر میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کا یہ المیہ ہے کہ ان کا شخصیات کی آڑ اور قوم کی خدمت کے نام پر خوب استحصال ہوا بلکہ کیا جا رہا ہے لیکن آج تک یہ اپنے استحصال سے بے خبر ہیں۔ اس منظر نامے کی تبدیلی کے

---

[1] (مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز، 2008ء، ص:944)

[2] (لوئیس معلوف، المنجد، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1998ء، ص:968)

لئے نوجوان نسل کو تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے- طلبہ میں اخلاص، شعوری اور استعداد پیدا کرتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں حقیقی قائدانہ اوصاف کو فروغ دیا جا سکتا ہے- بلاشبہ قیادت ایک عظیم الشان اور جلیل القدر منصب ہے- قیادت کے احکامات و نظریات کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا- اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ**[1]

”اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اور اپنے اولو الامر (صاحب امر) کی“-

متذکرہ آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت ہی ایک مستقل اطاعت کا درجہ رکھتی ہے- اُولِی الْأَمْرِ کی اطاعت مستقل اطاعت کے درجے میں نہیں آتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (ﷺ) (قرآن و سنت کے احکامات) کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے- قیادت (اُولِی الْأَمْرِ) کے احکامات و نظریات قرآن حکیم کی قطعی نصوص و احادیث رسول (ﷺ) سے متضاد نہ ہوں- صاحب امر (قیادت) کے نظریات، اقوال و اعمال اگر قرآن اور سنت رسول سے ٹکرائیں تب یہ ہرگز لائق اتباع و قابل اطاعت نہیں ہوں گے اور اس کا انکار کرنے والے نہ تو غلطی پر ہوں گے اور نہ باغی- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گویا قیادت مطلق العنان نہ ہو بلکہ احکامات خداوندی، سنت رسول (ﷺ) کی روشنی میں متقی، باشعور اور اہل علم افراد کی مشاورت سے خلق خدا کی درست رہنمائی کے فرائض انجام دیتی ہو- اللہ رب العزت نے انسان کے پیکر خاکی میں قیادت و سیادت، رہنمائی اور ہدایت کے ظاہری و باطنی بیش بہا قوتیں ودیعت فرمائی ہیں جن سے انسان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا ہے- انسان اللہ کی عطا کردہ ان خوبیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ابتدائے آفرینش سے قیادت و سیادت کے فرائض انجام دے رہا ہے- اساتذہ اپنے تلامذہ، اکابر اپنے اصاغر، راعی اپنی رعیت، بڑے اپنے چھوٹوں کو زندگی کے راز ہائے سربستہ اور زندگی بسر کرنے کے سلیقے و طریقے سکھاتے آئے ہیں اور یہ علم و فن انسانی زندگی کے آغاز سے ہی نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آرہا ہے- قوم و ملت کی قیادت کے فرائض کی انجام دہی کے لئے قیادت کا اولوالعزم، دوراندیش اور عقابی نگاہ کا حامل ہونا لازمی گردانا گیا ہے- قیادت کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں صراحت کردہ شرائط کی تکمیل لازمی ہے- کسی بھی فرد کو اپنا قائد منتخب کرنے سے قبل قرآن و سنت کی بیان کردہ شرائط کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے- یہ بات ہمیں ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ قائد بنے بنائے نازل نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کی صورت گری میں تربیت کا بڑا دخل ہوتا ہے- آج انسان کو

ایک ایسے قائد و آئیڈیل کی ضرورت ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں اس کی رہنمائی و رہبری کر سکے جس کی زندگی میں اعتدال و توازن ہو- قائد کے بیان کردہ اصول و قوانین انسانی فطرت کے عین مطابق ہوں- قیادت و سیادت پر لکھی گئی ہزاروں کتابوں اور دنیا کی نامور شخصیات کے حالات زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اثر کا دائرہ بہت ہی محدود ہے لیکن حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذات اقدس کے اثر کا دائرہ بسیط ہے اور ہر طرح کی زمانی اور مکانی حدود کی قید سے آزاد بھی- آپ (ﷺ) کی سیرت اور تعلیم و ہدایت بذات خود ایک زندہ معجزہ ہے-

## قیادت (لیڈرشپ) کے مقاصد:

قیادت انسانی معاشرے کی ضرورت ہے- قیادت کے درج ذیل مقاصد ہیں:

1. انسان اپنی ذات، خاندان، معاشرہ، امت، مملکت اور انسانیت کی فلاح کیلئے کوشش کرتا ہے اور انسان کے ان مقاصد کا حصول قیادت کی اتباع سے ہی ممکن ہے- قیادت کا مقصد ہے کہ انسان کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو اور انسان کے بنیادی حقوق کو شریعت اسلامیہ نے مقاصد شریعہ کا نام دیا ہے جو درج ذیل ہیں:
”تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ عقل، تحفظ مال اور تحفظ نسل“-
معاشرہ میں انتظامی امور کی انجام دہی کیلئے قواعد و ضوابط کی اتباع اور نفاذ ضروری ہے تاکہ ریاست کے داخلی و خارجی امور منظم طور

[1](النساء:59)

پر انجام دیئے جائیں۔ ان تمام امور کی انجام دہی قیادت سے ہی ممکن ہے کیونکہ قیادت کا مقصد اجتماعی مصالح کا تحفظ اور عملداری ہے۔

2. مقاصد شریعہ کا حصول انتظامی امور بہتر طور پر انجام دیئے سے ممکن ہے کیونکہ اگر انتظامی امور بہتر طور پر انجام دیئے جائیں تو نتیجہ امن وامان کی صورت میں برآمد ہوگا۔ کیونکہ امن وامان کا قیام قیادت کا پہلا بنیادی مقصد ہے جیسا کہ آپ (ﷺ) مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ (ﷺ) نے مسلمانوں میں باہمی اتحاد و اتفاق کے لئے اخوت کا لازوال رشتہ قائم کیا۔

3. قیادت کا مقصد ملک میں عوام کو انصاف فراہم کرتا ہے۔ انصاف ایک ترازو ہے جس کے قیام سے معاشرے کے تمام فریقوں اور طبقات میں اعتدال پیدا ہوتا ہے اور معاشرہ بحیثیت مجموعی ترقی کرتا ہے۔ کسی بھی قوم کی ترقی وبقاء کا راز نظام عدل کے شفاف اور مؤثر ہونے پر ہی ہے اور نظام عدل کے قیام کیلئے معاشرے میں قیادت کا ہونا ضروری ہے۔

4. قیادت کے مستحکم اور مؤثر ہونے سے مملکت میں عدل وانصاف اور امن وامان کا قیام یقینی ہو جاتا ہے جس کی بدولت معاشرے میں عوام وخواص کی زندگی میں بہتری اور خیر وبرکت آتی ہے۔ اس طرح مملکت اسلامیہ میں حکمران اور عام افراد کے درمیان عدل وانصاف، بڑوں اور چھوٹوں کے مابین رحم ومحبت، قوی اور کمزور کے مابین یکساں حقوق سے ملک میں معیار زندگی بہتر ہو جاتا ہے۔ یعنی قیادت انسانی زندگی میں بہتری لانے کا ذریعہ ہے۔

## قیادت کے خواص اور اوصاف:

قیادت کی پہچان ان کی اقدار (Values) سے ہوتی ہے۔ یعنی لوگ قیادت کی صداقت، دیانت، تقویٰ اور انصاف کو مانتے ہوں۔ لہٰذا ایک قائد، رہبر اور حکمران جو لوگوں کو دنیا اور آخرت کی سعادت دینا چاہتا ہے، ان کی مشکلات کو دور کرنا چاہتا ہے، اس میں چند ایک ایسی صفات ہونی چاہئیں جو اس کے عمل کی تصدیق کریں اور لوگوں کا اعتماد اس پر باقی رہے۔ لہٰذا اس ضمن میں ایک اسلامی ریاست کی حقیقی وصالح قیادت کیلئے لازمی ہے کہ وہ درج ذیل بنیادی اوصاف کی حامل ہو:

## عدل وانصاف:

اللہ تعالیٰ عادل ہے اور انصاف کو پسند کرتا ہے۔ عدل ایمان کی جان اور معاشرے کی روح ہے۔ عدل پر ہی معاشرتی زندگی کا دارومدار ہے اور عدل وانصاف ہر شہری کا حق ہے۔ لہٰذا قیادت کا فرض ہے کہ وہ عدل کے قیام کو یقینی بنائے۔ قائد انصاف پسند صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[1]

”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے“۔

درج بالا آیت مبارکہ میں امت کے ارباب بست وکشاد اور اسلامی ریاست کے قائدین کو واضح الفاظ میں نصیحت کی گئی ہے۔ حکومتی عہدوں پر تقرری کے لئے کنبہ پروری اور دوست نوازی کی بجائے صرف اہلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب تم عدالتی کرسی پر بیٹھو اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے اصولوں کو قطعاً نظر انداز مت کرنا۔ اس کے ساتھ دوسرا سبق یہ بھی دیا گیا ہے کہ کرسی عدالت پر صرف ان لوگوں کو بٹھاؤ جو عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں۔

## مساوات کا قیام:

اسلامی تعلیمات میں مساوات سے مراد دو امور بالکل واضح ہیں: ایک قانونی مساوات اور دوسری معاشرتی مساوات۔ قانونی مساوات کے حکم کے تحت تمام افراد کے لئے ایک ہی قانون ہے۔ چاہے وہ امیر ہو یا غریب، افسر ہو یا نوکر، حاکم وقت ہو یا عام فرد، عالم ہو یا جاہل، مرد ہو یا عورت سب کیلئے قانون کی پابندی یکساں ضروری ہے۔ اسلامی قوانین کے مطابق قیادت سے لے کر ایک

[1](النساء:58)

عام فرد تک سب پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی قانون سے بالاتر تصور نہیں کیا جاتا- ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا یا نہیں کیا جاتا- اس کو ہم المیہ ہی کہہ سکتے ہیں- جبکہ معاشرتی مساوات سے مراد یہ ہے کہ نشست و برخاست میں، عبادات اور سماجی تقریبات میں یا عام اجتماعی زندگی میں کسی کو اولیت اور فضیلت حاصل نہیں ہے- فضیلت کا معیار خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمادیا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ [5]

”یقیناً تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو تم میں سے پرہیزگار ہے“-

دائرہ اسلام میں شامل تمام افراد اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر اللہ رب العزت کی منشاء کے آگے جھکا دیتے ہیں اور اس طرح وہ سب مساوی قرار پاتے ہیں اور قیادت پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ یکساں طور پر ریاست کے تمام افراد کیلئے مواقع پیدا کریں تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں- رسول اللہ (ﷺ) نے عرب میں پایا جانے والا وہ غرور جو وہ اپنے حسب و نسب کی وجہ سے کیا کرتے تھے، جڑ سے اکھاڑ کر مٹا دیا اور ان میں پائے جانے والے تمام اختلافات کو مٹا کر آفاقیت اور انسان دوستی کا درس دیا- رسول اللہ (ﷺ) نے بنی نوع انسانیت کو ایک ایسی مثالی مساوات کا درس دیا کہ جس زمانے میں لوگ اس تصور سے بالکل ناآشنا تھے-

## حلم وبرداشت:

اسلامی ریاست میں قیادت کے اصولوں میں سے ایک اہم چیز حلم و برداشت ہے- حلم کا مطلب یہ ہے کہ کسی ناگوار بات کو انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی برداشت کیا جائے اور کسی طرح کا بغض اپنے دل میں نہ رکھا جائے- حلم و تحمل اعلیٰ درجے کی اخلاقی صفت ہے اور اس صفت کے حامل لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں- جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ [6]

”اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے“-

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو امور زندگانی سرانجام دینے کے لئے ہر ایک شخص کو غیض و غضب کے وقت میں صبر کرنے، نادانی و جہالت کے وقت حلم اور بردباری پر قائم رہنے اور برائی کے مقابلے میں عفو درگزر کا حکم دیا ہے- جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے گا- لہٰذا جب اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کا حکم دے رہا ہے تو قوم کے لئے بطریق اولیٰ اس کا حکم ہے-

## قومی اتحاد پیدا کرنا:

کسی قوم کے نظام کی کمزوری اس وقت شروع ہو جاتی ہے جب اس میں گروہ بندیاں اور فرقے پیدا ہونے لگتے ہیں- یہ تقسیم در حقیقت پوری قوم کو تقسیم اور کمزور کرنے کا سبب بنتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب (ﷺ) کو یہ اصول دیا کہ امت میں فرقے کو پنپنے نہ دیا جائے- اس تفرقے کو غیر اسلامی اور شر قرار دیا گیا- یہی وجہ ہے کہ اُمت کو اس سے سختی سے روکا گیا ہے، جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ [7]

”ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا، جنہوں نے فرقہ بندی کی اور واضح آیات آجانے کے بعد اختلاف کیا“-

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ [8]

”وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں فرقے بنائے اور وہ فرقوں میں بٹ گئے، تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں“-

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس تفرقے سے بچنے کا علاج بھی بتادیا ہے- ارشاد ربانی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا [9]

[5](الحجرات:13)
[6](آل عمران:134)
[7](آل عمران:105)
[8](انعام:159)
[9](آل عمران:103)

"اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقے کا شکار مت ہو"۔

## اخلاق حسنہ:

اخلاق سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اپنے ہم جنسوں اور دوسری مخلوق سے پیش آئے تو اس حیثیت سے کہ وہ کائنات کے مالک کا نمائندہ ہے اور ایک نمائندہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ اپنے اسی رنگ میں پیش کرے جو خود مالک کا رنگ ہے۔ اس لیے انسان کو اپنے اندر وہ صفات پیدا کرنی چاہئیں جو مالک کی صفات ہیں۔ مثلاً رحم ایک صفت ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ بے شک رحمٰن اور رحیم ہے۔ پھر بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اپنے اندر رحم کی صفت پیدا کریں۔ اسی طرح خطا اور قصور معاف کرنا اور دوسروں کے عیب چھپانا بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لہٰذا بندوں کو بھی انہی صفات کا حکم ہے۔ معاشی لین دین ہو یا سماجی برتاؤ، سیاسی معاملات ہوں یا افراد خانہ سے سلوک، اسلام اپنے ماننے والوں کو اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل وانجام دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"[10]

"اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے"۔

## خدمت خلق:

خدمت خلق یہ ہے کہ بغیر کسی غرض کے بے لوث ہو کر کسی کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو اور یہ برتاؤ عقلاً اور شرعاً صحیح ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"[11]

"اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو"۔

خدمت خلق قیادت کے خواص میں سب سے اہم ہے۔ ریاست میں نظم وضبط برقرار رکھنے اور بگاڑ و خود غرضی کو ختم کرنے کے لئے قومی قیادت کو خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہونا پڑے گا۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنا انسانی اخلاق کا نہایت اعلیٰ جوہر ہے۔ اسی بنا پر اگر قیادت مملکت وریاست کے لئے بے لوث خدمت گزار بن جائے تو ایسی ریاست میں خوشحالی وکامرانی اور امن وامان کا قیام ایک لازمی ابدی امر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں قیادت کو درج ذیل امور کی ہمہ وقت پاسداری کرنی چاہیے:

- قیادت ریاست کے عقیدے اور نصب العین کی پاسدار ہو یعنی وہ حاکمیت الٰہی کے قیام کو یقینی بنائے۔
- قیادت رنگ ونسل اور دیگر امتیازات کو مٹانے اور معاشرے میں اخوت کو فروغ دینے والی ہو۔
- قیادت امانت اور دیانت کی روش کو فروغ دے تاکہ ریاست کے استحکام اور اس کے نظم وضبط کے قیام میں آسانی ہو۔
- قیادت عدل وانصاف اور مساوات جیسے معاشرتی عوامل کے قیام کو ممکن بنانے والی ہو۔
- قیادت خود غرضی اور لالچ سے دور رہنے والی ہو تاکہ اجتماعی کوششیں بے اثر ہو کر نہ رہ جائیں۔
- قیادت اسلامی وحدت و اخوت کو فروغ دینے والی ہو تاکہ رنگ ونسل، لسانی، گروہی، قومی، قبائلی اور دیگر عصبیتوں اور امتیازات کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔
- قیادت ریاست اور رعایا کی معتمد ہو اور علم ودانش کے ساتھ جذبہ صادق سے بھی سرشار ہو۔
- قیادت پر لازم ہے کہ وہ معاشرتی برائیوں اور فرسودہ رسومات کو ختم کروائے اور امت کے لئے اسلام پر عمل پیرا ہونے کے ماحول کو سازگار بنائے۔

☆☆☆

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

[10] (آل عمران: 134)
[11] (الحشر: 9)

# چند بڑی عالمی جامعات میں تراجم و تفاسیرِ قرآن کی تدریسی روایت

لئیق احمد

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب ہے۔اس کی عظمت کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور صدیاں گزرنے کے بعد بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ عزوجل نے لیا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [1]

"ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"۔

کائنات میں جو کچھ بھی ہے اور عالم بالا و عالم غیب میں جو کچھ بھی ہے اس کا علم اس کتاب میں موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ اتنی صدیاں گزرنے کے بعد بھی یہ لاریب اور مقدس کتاب ہر دور میں نئے زاویے پیش کرتی ہے۔ تحقیق کے میدان میں قرآن مجید فرقان حمید نے اپنی دھاک بٹھائی ہے اور تمام علوم کے بارے میں انسانیت کی رہنمائی کرتی آرہی ہے۔دین محمدی (ﷺ) جوں جوں اس خطہ ارض پر پھیلتا گیا اور عالم انسانیت حلقہ بگوشِ اسلام ہوتی گئی تو قرآن فہمی کی خاطر اس کے تراجم کئے جانے لگے۔اس کی تفاسیر لکھی گئیں لیکن آج تک کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کا مکمل حق ادا کیا ہو۔تشنگانِ مطالب قرآن مجید آغاز سے ہی قرآن کی تفہیم میں دامن گیر رہے ہیں۔حضرت عبدالرحمن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ:

"صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے جو لوگ قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ اور عثمان بن عفانؓ وغیرہ ان لوگوں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ حضور نبی کریم (ﷺ) سے دس آیات سیکھ لیتے تو اس وقت تک ان سے تجاوز نہ کرتے جب تک ان آیات کی علمی و عملی باتوں سے آگہی حاصل نہ کر لیتے"۔[2]

حضور نبی کریم (ﷺ) سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) براہِ راست قرآن مجید کا علم سیکھتے اور آیات قرآنی کے اسرار و رموز پر غور کرتے۔یہی وجہ تھی کہ وہ ایک سورت کے حفظ کرنے میں کافی وقت صرف کر دیتے تھے۔انہی میں سے ایک حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) ہیں جو رسول اللہ (ﷺ) کے چچازاد بھائی اور ترجمان القرآن ہیں۔حضور نبی کریم (ﷺ) نے ان کیلئے برکت کی دعا کی تھی اور فرمایا تھا:

"اے اللہ! انہیں دین کی سمجھ عطا فرمانا اور قرآن کی تفسیر کا علم بھی نصیب کر"۔[3]

قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر دنیا بھر میں کئی اہم زبانوں میں ہو چکے ہیں اور کیے جا رہے ہیں۔بڑی زبانوں میں تراجم قرآن کئی اہل دانش نے مختلف ادوار میں کیے ہیں۔قرآن کا یورپی اور دیگر کئی زبانوں میں غیر مسلمان افراد نے بھی ترجمہ کیا ہے۔قرآن مجید فرقان حمید کے اعلیٰ مرتبے اور امتیازی مقام کی وجہ سے دینی مدارس ہوں یا عصری جامعات، اس کے تراجم و تفاسیر کی تعلیم کا فروغ جاری ہے۔کئی عالمی

[1] (الحجر:9)
[2] (جعفر بن محمد الحسن فریابی، فضائل قرآن، ص: 241)
[3] (صحیح مسلم / المسند احمد بن حنبل)

جامعات میں اس کے مختلف علوم کو بطور نصاب شامل کیا گیا ہے اور علوم قرآن وتفسیر میں تخصص(specialization) بھی کروایا جاتا ہے جبکہ باقاعدہ مختلف کورسز اور ڈپلومہ پروگرام بھی کروائے جاتے ہیں- مدارس وجامعات میں علوم قرآن والتفسیر کے تحت مختلف مضامین پڑھائے جاتے ہیں- قرآن مجید میں موجود مختلف مباحث جیسے کہ نزول قرآن، وحی کا بیان، مصاحف میں اس کی کتابت، جمع اور تدوین، محکم ومتشابہ آیات، مکی ومدنی سورتیں، اسباب نزول قرآن مجید، الفاظ کی تفسیر وترجمہ، ان کی اغراض وخصوصیات، وغیرہ سے متعلق گفتگو کو "علوم القرآن" کہتے ہیں- علوم قرآن میں قرآن فہمی کیلیے تراجم وتفاسیر کا بھی شمار ہوجاتا ہے- ان کا مقصد قرآن مجید کی تمام جزئیات، کلیات اور تصورات کو واضح کرنا اور سمجھنا ہے- اس علم کو اصول التفسیر بھی کہتے ہیں- زیر غور مقالے میں چند عالمی جامعات میں تراجم وتفاسیر قرآن کی تدریسی روایت کو پیش کیا جائے گا-

## انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ:

جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کا قیام 1961ء میں مدینہ منورہ میں کیا گیا تھا- جامعہ اسلامیہ ایک عالمی اسلامی ادارہ ہے- انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں قرآن مجید کے متعلق مختلف مضامین اور تفاسیر پر چار سالہ بی ایس، ڈپلومہ، ایم فل اور پی ایچ ڈی کرایا جاتا ہے- جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں علوم اسلامیہ کے پانچ کلیات(faculties) ہیں کلیۃ القرآن الکریم، کلیۃ الحدیث الشریف، کلیۃ الشرعیہ، کلیہ عربی اور کلیۃ الدعوۃ واصول الدین- ان میں سے کلیۃ الحدیث الشریف، کلیۃ الشرعیہ اور کلیۃ الدعوہ کے بی ایس کے آخری دونوں سالوں سے ہر سال ایک کورس قرآن کریم اور دوسرا کورس تفسیر کے عنوان سے پڑھایا جاتا ہے جبکہ کلیۃ القرآن الکریم کے بی ایس کے تیسرے سال میں علوم قرآن سے متعلق چار کورس جبکہ آخری سال میں دو کورس پڑھائے جاتے ہیں- کلیۃ القرآن کریم میں تفسیر ابن کثیر کی روشنی میں متعدد سورتوں کی تفاسیر پڑھائی جاتی ہیں جبکہ تفسیر موضوعی بھی نصاب کا حصہ ہے- کلیۃ الحدیث، کلیۃ الشرعیہ اور کلیۃ الدعوہ کے سال اول اور سال دوم میں القرآن والتفسیر بطور مضامین پڑھائے جاتے ہیں جبکہ مختلف سورتوں اور آیتوں کی تفاسیر کا مطالعہ بھی کروایا جاتا ہے-[4]

## جامعۃ الازہر مصر:

جامعۃ الازہر قاہرہ، مصر کی مشہور یونیورسٹی ہے- یہ ادارہ 970ء میں قائم ہوا اور آج یہ دنیا بھر میں عربی ادب اور اسلامیات کا مرکزی ادارہ تصور کیا جاتا ہے- جامعۃ الازہر کے مرحلہ ثانویہ میں قرآن مجید کی تفسیر بطور مضمون پڑھائی جاتی ہے- کلیہ اصول الدین میں سال اول ودوم میں تفسیر تحلیلی پڑھائی جاتی ہے- تیسرے اور چوتھے سال میں شعبہ تفسیر وعلوم قرآن میں تخصص سے التفسیر التحلیلی، مناہج المفسرین، الدخیل فی التفسیر، الاستشراق والتبشیر، التفسیر الموضوعی ودیگر مضامین پڑھائے جاتے ہیں- شعبۂ دعوہ وثقافہ اسلامیہ میں سال سوم وچہارم میں التفسیر الموضوعی پڑھائی جاتی ہے- ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مضامین میں بھی تفسیر پڑھائی جاتی ہے البتہ اس میں بحثیں مختلف جبکہ مطالعہ، بحث اور مصادر ومراجع کی طرف کثرت سے رجوع کیا جاتا ہے- کلیہ دراسات اسلامیہ عربیہ کے سال اول تا چہارم کے مضامین میں القرآن الکریم اور التفسیر وعلوم القرآن وغیرہ شامل ہیں- کلیہ دعوہ اسلامیہ میں سال اول میں سورہ النور، سال دوم میں سورہ لقمان وعلوم التفسیر، سال سوم میں سورہ مائدہ وعلوم التفسیر اور سال چہارم میں التفسیر، علوم التفسیر، اعجاز العلمی فی القرآن الکریم وغیرہا پڑھائے جاتے ہیں- کلیہ شریعہ اسلامیہ میں سال اول تا سوم میں تفسیر آیات الاحکام پڑھایا جاتا ہے-[5]

## انقرہ یونیورسٹی ترکی:

انقرہ یونیورسٹی ترکی کی مشہور جامعات میں سے ایک ہے جو 1946ء میں قائم ہوئی تھی- اس کے کلیہ الوہیت میں تین شعبہ جات ہیں جن میں سے ایک شعبۂ بنیادی اسلامی

[4]https://enweb.iu.edu.sa/site_Page/20298

[5]http://www.azhar.edu.eg/en/

علوم ہے- اس شعبہ کے بھی مزید کئی ذیلی شعبہ جات ہیں- جن میں شعبہ قرآنی تفسیر، شعبہ حدیث، شعبہ کلام، شعبہ فقہ، شعبہ تصوف و دیگر شامل ہیں- شعبہ قرآنی تفسیر (Department of Quranic Exegesis) کا مقصد قرآن مجید کی آیات کے معانی و مفہوم کو واضح کرنا ہے- اس کے اہم تحقیقی عوامل میں قرآن کی اسلوبی خصوصیات، قرآن کے اہم موضوعات، قرآن کے متن کی تاریخ، قرآن کی متنوع تلاوت، قرآنی تفسیر کی تاریخ، علوم القرآن، قرآن کا عصری نقطہ نظر، قرآنی متن کا دوسری زبانوں میں ترجمہ، قرآن کے مطالعہ میں الہامی زبانوں کی مطابقت اور مغرب میں قرآنی علوم شامل ہیں- انقرہ یونیورسٹی اس شعبہ میں ثانویہ اور ایم اے کی ڈگری دیتی ہے جبکہ بین الاقوامی طلبہ کے لئے اسکالرشپ پروگرامز بھی موجود ہیں-[6]

## انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائشیا:

یہ ملائشیا کی ریاست سیلنگور میں واقع ہے- انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کا شمار ملائشیا کی بہترین جامعات میں ہوتا ہے- یہاں علوم اسلامیہ میں ثانوی سطح سے لے کر پی ایچ ڈی تک تعلیم دی جاتی ہے- مختلف علوم اسلامی میں اسلامی بینکاری، فقہ، اسلامی فلسفہ، علوم قرآن و سنہ، حدیث وغیرہ شامل ہیں-[7]

## آکسفورڈ یونیورسٹی یوکے:

یوکے کی قدیم اور مشہور جامعہ آکسفورڈ یونیورسٹی دنیا بھر میں اپنا منفرد مقام رکھتی ہے- آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز اسلامی علوم اور تاریخ میں ایک سالہ ماسٹرز اور دو سالہ ایم فل کرواتے ہیں- ان دونوں پروگرام کے مضامین میں علوم قرآن، تفسیر، حدیث، تصوف وغیرہ شامل ہیں- او سی آئی ایس دنیا بھر کے مسلم طلبہ کے لئے اسکالرشپ بھی مہیا کرتا ہے-[8]

## یونیورسٹی آف شکاگو امریکہ:

اس کا شمار امریکہ کی مشہور جامعات میں ہوتا ہے- یونیورسٹی آف شکاگو امریکی ریاست ’الینوائے‘ کے شہر شکاگو میں واقع ہے- یونیورسٹی میں موجود divinity school مرحلہ ثانویہ سے پی ایچ ڈی تک اسلامی علوم کے کئی مضامین پڑھاتا ہے- جس میں علوم قرآن، تصوف، فلسفہ، علم الکلام، عربی وغیرہ شامل ہیں- مزید یہ کہ کورس میں قرآنی / کلاسیکی عربی گرامر، شاعری قبل از اسلام کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ قرآنی اسلوب اور تفسیر کو سمجھنے میں مدد مل سکے-[9]

## چارلس اسٹرٹ یونیورسٹی آسٹریلیا:

آسٹریلیا کی مشہور جامعہ چارلس اسٹرٹ یونیورسٹی نے 2009ء میں اسلامک سائنسز اینڈ ریسرچ اکیڈمی آف آسٹریلیا کے تعاون سے جامعہ میں سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز کا آغاز کیا جہاں مرحلہ ثانویہ میں اسلامک اسٹڈیز پڑھایا جاتا ہے- اسلامی علوم میں مختلف مضامین جیسے کہ علوم قرآن، تفسیر، تصوف، فقہ، عربی وغیرہ پڑھائی جاتی ہے-[10]

## کیمبرج مسلم کالج، یوکے:

کیمبرج یونیورسٹی کے کیمبرج مسلم کالج میں مرحلہ ثانویہ کے اندر تاریخ، فقہ، عربی، علم الکلام اور اسلامی بنیادی ماخذات شامل ہیں- مزید برآں اسلامی علوم کے سیاق و سباق اور لیڈرشپ میں ڈپلومہ بھی کروایا جاتا ہے- اسلامی بنیادی ماخذات میں طالب علموں کو اسلام، قرآن اور حدیث کے

[6]https://www.ankara.edu.tr/en/academic/
[7]https://www.iium.edu.my/programme/show/mairkh-in-quran-and-sunnah-studies
[8]https://www.ox.ac.uk/admissions/graduate/fees-and-funding/fees-funding-and-scholarship-search/oxford-centre-islamic-studies-ocis-scholarships
[9]https://divinity.uchicago.edu/academics/courses
[10]https://arts-ed.csu.edu.au/centres/cisac/courses

نازل شدہ ذرائع سے متعارف کروایا جاتا ہے۔ انگریزی میں ثانوی ذرائع کے ساتھ قرآن اور حدیث کے علوم اور عصری اسلامی علوم میں مہارت کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کلاسیکی تفاسیر اور احادیث کے متون کے تجزیے بھی کروائے جاتے ہیں۔کیمبرج مسلم کالج اور برطانیہ کی سب سے بڑی جامعہ دی اوپن یونیورسٹی نے مل کر 2017ء سے اسلامی علوم میں مرحلہ ثانویہ کے پروگرام کا آغاز بھی کیا ہے۔[11]

## پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ:

پرنسٹن یونیورسٹی امریکی ریاست نیوجرسی کے شہر پرنسٹن میں واقع ہے۔پرنسٹن یونیورسٹی کے شعبہ مذہب (Department of Religion in Princeton) میں مسلم معاشروں کے ثقافتی اور تاریخی تناظر میں اسلامی عقائد، طریقوں اور اداروں کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔ جہاں علوم قرآن، کلام، شرع، تصوف کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں جبکہ طلبہ کی آسانی کے لئے ہفتہ وار ورک شاپ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔[12]

## بغداد یونیورسٹی:

بغداد شہر میں موجود بغداد یونیورسٹی قدیم جامعات میں سے ایک ہے۔اس کے کلیہ علوم اسلامیہ میں تین شعبہ جات ہیں، شعبہ عربی، اسلامی اعتقاد کا شعبہ اور شعبہ شریعیہ۔بغداد یونیورسٹی کے شعبہ شریعیہ میں علوم قرآن و تفسیر، فلسفہ، منطق، تنقید اور دیگر مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔[13]

مندرجہ بالا تفصیلات محض اس لئے پیش کیں تاکہ قارئین کے ذوق میں اضافہ ہوسکے کہ دنیا بھر میں ہزارہا جامعات میں قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر پر مبنی مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور یہی روایت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جامعات کی بھی ہے۔ہر سال سینکڑوں طلبہ علوم اسلامیہ کے شعبوں سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور اپنا دین اور دنیا دونوں سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پاکستان کی مشہور جامعہ کراچی یونیورسٹی میں کلیہ معارف اسلامیہ کے تین شعبہ جات ہیں، شعبہ علوم اسلامیہ، شعبہ قرآن و سنہ اور شعبہ اصول الدین۔شعبہ قرآن و سنہ میں گریجویشن کے طلبہ کو تفصیل کے ساتھ قرآن مجید کے تراجم کی تاریخ، تفسیر کی اقسام اور منتخب آیات احکامات و معاملات کے تراجم اور تفاسیر پڑھائی جاتی ہیں۔شعبہ اصول الدین میں اصول تفسیر، تاریخ تفسیر اور مناہج مفسرین زیر مطالعہ لائے جاتے ہیں۔اسی طرح پنجاب یونیورسٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ معارف اسلامیہ میں بھی قرآن مجید فرقان حمید کے تراجم و تفسیر کے متعلق تفصیلی مضامین نصاب میں شامل ہیں۔

## حرف آخر:

اسلام آفاقی دین اور دین فطرت ہے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی لاریب اور مقدس کتاب ہے۔حضور آخر الزماں (ﷺ) نے قرآن مجید سیکھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے آگے پہنچانے کا حکم مبارک فرمایا ہے۔بطور مسلمان یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم روزانہ کی بنیاد قرآن مجید کا صحیح اور مستند ترجمہ و تفسیر پڑھا کریں، اہل اللہ کی صحبت اختیار کیا کریں اور قرآن مجید کے اسرار و رموز کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں۔قرآن مجید کی آیات میں تفکر اور تدبر کرنا ضروری ہے اور یہی اسلاف کا وطیرہ بھی رہا ہے۔امام غزالی فرماتے ہیں:

”پڑھنے والے کو سمجھنا چاہیے کہ قرآن کریم کا ہر پیغام اس کی اپنی ذات کے لئے ہے۔چونکہ خدا کا پیغام سب لوگوں کیلئے ہے تو پھر یہ ہر فرد کیلئے ہے“۔[14]

☆☆☆

[11] https://www.cambridgemuslimcollege.ac.uk/program/mes/islamicstudies

[12] https://religion.princeton.edu/graduate-program/academic-fields/islam

[13] https://cois.uobaghdad.edu.iq/?page_id=15004

[14] (الغزالی، احیاء العلوم، جلد:5، ص:100-107)

# تجوید القرآن کی اہمیت اور مختصر تاریخی جائزہ

مفتی محمد شیر القادری

قرآن کریم "ھدی اللناس اور ھدی اللمتقین" کی امتیازی شان کے ساتھ نازل ہونے والی تمام آسمانی کتب و صحائف میں سے افضل ترین کتاب ہے جو حضور نبی کریم، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین (ﷺ) پر نازل ہوئی۔ قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جس کے محض الفاظ کی تلاوت بلا فہم بھی باعثِ اجر و ثواب، قربِ خداوندی اور عین عبادت ہے اور یہ اعجاز بلاغت و فصاحت، علوم معانی و بیان اور نظم و معانی کے مشکلات و اسرار کے اعتبار سے دنیا کی ایسی عظیم ترین کتاب ہے، جس کے دقائق و غوامض کی نقاب کشائی کے لئے مختلف انداز سے مختلف توضیحات و تفسیرات لکھی گئیں لیکن اس کے عجائب و غرائب ختم ہونے کو نہیں آئے اور نہ آئیں گے۔ اس کی ہیبت و جلال کو یوں بیان کیا گیا کہ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔[1]

"اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے"۔

اس کی حقانیت اور صداقت کا یہ عالم ہے، اقبال فرماتے ہیں:

نقش قرآں تا دریں عالم نشست
نقش ہائے کاہن و پاپا شکست

"جب قرآن کا نقش اس جہان پر ثبت ہوا تو برہمنوں اور پادریوں کے نقش مٹ گئے"۔

اور اس کے فیوض و برکات اور اس کی قوت و طاقت کا یہ عالم ہے کہ:

بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

"بے ثبات بھی اس کی قوت و طاقت سے ثابت قدم ہو جاتا ہے"۔

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ[2]

"بے شک اللہ تعالیٰ اس قرآن مجید کے ذریعے کچھ قوموں کو سر بلند کرتا ہے اور کچھ کو گرا (ذلت) دیتا ہے"۔

علامہ اقبال مسلمان قوم کے زوال کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

خوار از مہجوری قرآں شدی

"(اے مسلمان!) تیری ذلت اور رسوائی کا اصل سبب یہ ہے کہ تو قرآن سے دور اور بے تعلق ہو گیا ہے

حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ هُوَ حَبْلُ اللهِ وَالنُّورُ الْمُبِينُ وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ عِصْمَةٌ لِمَنْ تَمَسَّكَ بِهِ وَنَجَاةٌ لِمَنْ تَبِعَهُ[3]

"بے شک یہ قرآن اللہ کی رسی ہے اور (یہ) نور مبین ہے اور (یہ) شفا نافع ہے، جس نے اس کو مضبوطی سے

[1] الحشر: 21
[2] صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن
[3] شعب الایمان، باب تعظیم القرآن، رقم الحدیث: 1786

بلکہ اُس کیلئے حفاظت ہے اور جو اس کی پیروی کرے گا اس کیلئے نجات ہے"۔

یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ (ﷺ) اپنے گورنروں کو حکم ارشاد فرماتے کہ لوگوں کو قرآن مجید سکھائیں، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہما) کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ:

"أَنْ يُعَلِّمَا النَّاسَ الْقُرْآنَ"

"لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا"۔

## فیوضِ قرآن کے حصول کیلئے بنیادی امور:

اِس مختصر تمہید کو سمجھ لینے کے بعد اب اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ گرمیٔ قرآن یعنی قرآن کی قوت و طاقت کے حصول اور اس کے فیوض و برکات سے صحیح طور پر مستفیض ہونے کے لئے بنیادی طور پر دو چیزوں کو اپنی عملی زندگی میں لانا لازمی ہوگا، پہلی چیز ادب رسول (ﷺ) ہے اور دوسری چیز وابستگیٔ قرآن ہے، وابستگیٔ قرآن سے مُراد کثرتِ تلاوت، اس کے معانی و مفاہیم میں غور و فکر کرنا اور پھر اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ وابستگیٔ قرآن کیلئے بنیادی طور پر یہ لازم آتا ہے کہ اُسے درست تلفظ کے ساتھ پڑھا جائے۔ یعنی جس لغت میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اس کا تلفظ بھی اُسی لغت یعنی اُسی لب و لہجے میں ادا کیا جائے، اللہ تعالیٰ کو بھی یہی پسند ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ الْقُرْآنُ كَمَا أُنْزِلَ"

"بے شک اللہ تعالیٰ (اس بات کو) پسند فرماتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح اُسے نازل کیا گیا ہے"۔

## قرآن مجید کا عربی لغت میں نازل ہونا:

قرآن مجید عربی لغت میں نازل ہوا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا"

"بے شک ہم نے اس کتاب کو قرآن کی صورت میں بزبان عربی اتارا"۔

"إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا"

"ہم نے اسے عربی قرآن اتارا"۔

"بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ"

"(اس کا نزول) فصیح عربی زبان میں (ہوا) ہے"۔

جب قرآن کا نزول عربی زبان میں ہوا تو اُسے عربی لب و لہجے میں ہی پڑھنا لازم ہے اس لئے کہ الفاظ قرآن صحیح درستگی کے ساتھ پڑھے جائیں تاکہ معنی میں فساد آنے سے بچا جائے اور حق بھی یہی ہے، تفسیر جلالین میں ﴿يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ کی تفسیر میں ہے أَيْ يقرؤونه كَمَا أُنْزِلَ یعنی وہ اُسے ایسے پڑھتے ہیں جس طرح اُسے نازل کیا گیا ہے۔[9]

## قرآن کریم کو عربی لب و لہجے میں پڑھنے کا حکم:

"حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ (ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا"

"قرآن مجید کو عرب کے لہجوں اور آوازوں سے پڑھو"۔

[4] مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 19544
المستدرک علی الصحیحین، کتاب فضائل القرآن
[5] کنز العمال، رقم الحدیث: 3069، الناشر: مؤسسة الرسالة
الجامع الصغیر، رقم الحدیث: 3642
جامع الاحادیث، رقم الحدیث: 7235
[6] یوسف: 2
[7] الزخرف: 3
[8] الشعراء: 195
[9] تفسیر الجلالین، الجزء: 1، ص: 25، الناشر: دار الحدیث، القاهرة
[10] مشکاۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن
المعجم الأوسط، الجزء: 7، ص: 183، الناشر: دار الحرمين - القاهرة
شعب الإيمان، الجزء: 4، ص: 208، الناشر: مكتبة الرشد للنشر بالرياض

تو عرب کے لب ولہجے میں پڑھنے کیلئے عربی زبان کے قواعد و ضوابط پر عمل کرنا ضروری ہے۔ عربی قواعد و ضوابط کے ساتھ پڑھنے کو اہل فن علم تجوید و قراءت کہتے ہیں۔

گویا قرآن کو عربی لب ولہجہ میں پڑھنے کا مطلب علم التجوید کے ساتھ پڑھنا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

"جَوِّدُوا الْقُرْآنَ وَ زَيِّنُوهُ بِأَحْسَنِ الْأَصْوَاتِ وَ أَعْرِبُوهُ فَإِنَّهُ عَرَبِيٌّ وَاللَّهُ يُحِبُّ أَنْ يُعْرَبَ بِهِ"[11]

" قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھو اور خوبصورت آوازوں کے ساتھ اس کو مزین کرو اور اس کو (فصیح) عربی میں پڑھو کیونکہ (یہ) عربی (زبان میں نازل ہوا ہے) اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اسے (فصیح) عربی میں پڑھا جائے"۔

## علم التجوید کی تعریف واہمیت:

اب دیکھنا یہ ہے کہ علم التجوید کیا ہے؟ اور قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنا کیوں ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔

امام احمد بن علی بن احمد بن خلف الانصاری الغرناطی، ابو جعفر، المعروف بابن الباذش (المتوفی:540ھ) اپنی کتاب "الإقناع فی القراءات السبع" اور امام المجودین علامہ شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری الشافعی (المتوفی: 833ھ) "التمھید فی علم التجوید" اور "النشر فی القراءات العشر" میں اور امام جلال الدین السیوطی "الاتقان فی علوم القرآن" میں علم تجوید کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مِنَ الْمُهِمَّاتِ تَجْوِيدُ الْقُرْآنِ وَهُوَ إِعْطَاءُ الْحُرُوفِ حُقُوقَهَا وَ تَرْتِيبِهَا وَرَدُّ الْحَرْفِ إِلَى مَخْرَجِهِ وَأَصْلِهِ وَتَلْطِيفُ النُّطْقِ بِهِ عَلَى كَمَالِ هَيْئَتِهِ مِنْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا تَعَسُّفٍ وَلَا إِفْرَاطٍ وَلَا تَكَلُّفٍ"[12]

"تجوید قرآن اہم امور میں سے ہے اور وہ حروف کو ان کے حقوق دینا اور ان کو مرتب کرنا اور ہر حرف کو اس کے مخرج اور اس کی اصل کی طرف لوٹانا ہے اور اس لطف وخوبی کے ساتھ اس کو زبان سے ادا کرنا کامل ہیئت پر (کہ اس میں) اسراف، تنگی، زیادتی اور تکلف نہ ہو"۔

چونکہ قرآن کریم الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ پس جس طرح امت مسلمہ قرآن کریم کے معانی کی درست تفہیم اور اس کی حدود کے قائم کرنے کی مکلف ہے۔ اسی طرح اس کے الفاظ و حروف کی تصحیح کی بھی مامور ہے اس طریق پر جن کو تجوید و قراءت کے آئمہ نے بارگاہِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حاصل کرکے طبقہ در طبقہ ہم تک پہنچایا ہے۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی (المتوفی:911ھ) "الإتقان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں:

"وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأُمَّةَ كَمَا هُمْ مُتَعَبَّدُونَ بِفَهْمِ مَعَانِي الْقُرْآنِ وَإِقَامَةِ حُدُودِهِ هُمْ مُتَعَبَّدُونَ بِتَصْحِيحِ أَلْفَاظِهِ وَإِقَامَةِ حُرُوفِهِ عَلَى الصِّفَةِ الْمُتَلَقَّاةِ مِنْ أَئِمَّةِ الْقُرَّاءِ الْمُتَّصِلَةِ بِالْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَ قَدْ عَدَّ الْعُلَمَاءُ الْقِرَاءَةَ بِغَيْرِ تَجْوِيدٍ لَحْنًا"[13]

[11] تفسیر الجامع لأحكام القرآن، الجز: 1، ص: 23، الناشر: دار الكتب المصرية — القاهرة

النشر فی القراءات العشر، الجز: 1، ص: 210، الناشر: المطبعة التجارية الكبرى، دار الكتاب العلمية

[12] الإقناع في القراءات السبع، الجز: 1، ص: 280، الناشر: دار الصحابة للتراث

التمهيد في علم التجويد، الجز: 1، ص: 47، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض

النشر في القراءات العشر، [فصل في التجويد] الجز: 1، ص: 212، الناشر: المطبعة التجارية الكبرى [تصوير دار الكتاب العلمية]

الإتقان في علوم القرآن، الجز: 1، ص: 346، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب

[13] الإتقان في علوم القرآن، الجز: 1، ص: 346، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب

"بلاشبہ اُمت مسلمہ جس طرح معانی قرآن کے فہم اور حدود قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انہیں اسی طریقہ وصفت پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے، جس طرح قراءت کے ائمہ کو ادا کرتے ہوئے دیکھا، جن کا سلسلہ سند حضور نبی کریم (ﷺ) تک متصل ہے اور علماء نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن (غلط خوانی) قرار دیا ہے"۔

## قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم:

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا"[14]

"اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو"۔

تاج القراء شیخ محمود بن حمزۃ بن نصر، ابو القاسم برھان الدین الکرمانی (المتوفیٰ: 505ھ) "غرائب التفسیر وعجائب التأویل" میں ترتیل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وھو أداء الحروف وحفظ الوقوف"[15]

"اور وہ (ترتیل سے مراد) حروف کی (درست) ادائیگی اور وقوف کی حفاظت کرنا ہے"۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی (المتوفیٰ: 606ھ) تفسیر کبیر میں ترتیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قَالَ الزَّجَّاجُ: رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا بَيِّنْهُ تَبْيِينًا وَالتَّبْيِينُ لَا يَتِمُّ بِأَنْ يَعْجَلَ فِي الْقُرْآنِ، إِنَّمَا يَتِمُّ بِأَنْ يَتَبَيَّنَ جَمِيعَ الْحُرُوفِ وَيُوَفِّيَ حَقَّهَا مِنَ الْإِشْبَاعِ"[16]

"زجاج نے کہا کہ ترتیل کا معنی تبیین، یعنی بیان کرنا، اور قرآن مجید کو جلدی جلدی پڑھنے سے تبیین نہیں ہوتی، (بلکہ) یہ صرف اس وقت ہوتی ہے جب تمام حروف کو اُن کے مخارج سے واضح طور پر ادا کیا جائے، اور اُن حروف کے ظاہر کرنے کا حق پورا کیا جائے"۔

علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (المتوفیٰ: 710ھ)، "تفسیر مدارک التنزیل" میں ترتیل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یعنی حروف کو واضح ادا کر کے پڑھیں اور وقوف کا خیال رکھیں اور قوانین کے مطابق حرکات کو پر کر کے پڑھیں {تَرْتِیْلًا} خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، یہ امر کے وجوب کی تاکید ہے اور دوسرا یہ کہ قرآن مجید پڑھنے والے کیلئے صحیح حروف کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے"[17]۔

امام المجودین علامہ شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری الشافعی (المتوفیٰ: 833ھ) "التمهيد في علم التجويد"، اور "النشر في القراءات العشر" میں، اور امام جلال الدین السیوطی "الاتقان في علوم القرآن" میں "ترتیل" کی تفسیر میں سیدنا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَعَنْ عَلِيٍّ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا} قَالَ: التَّرْتِيلُ تَجْوِيدُ الْحُرُوفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوفِ"[18]

"سیدنا حضرت مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے خداوند تعالیٰ کے قول: {وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا} کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ترتیل حروف کے عمدہ طور پر ادا کرنے اور وقف (ٹھہراؤ) کے پہچاننے کا نام ہے"۔

مفسر قرآن جامع المعقول والمنقول شیخ احمد المعروف ملاں جیون الحنفی (المتوفیٰ: 1130ھ)، "تفسيرات احمديه" میں ترتیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

[14] المزمل: 4

[15] غرائب التفسير وعجائب التأويل، الجزء: 2، ص: 1266، دار النشر: دار القبلة للثقافة الإسلامية - جدة، مؤسسة علوم القرآن - بيروت

[16] التفسير الكبير، الجزء: 30، ص: 683، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت

[17] مدارك التنزيل وحقائق التأويل، الجزء: 3، ص: 555، الناشر: دار الكلم الطيب، بيروت

[18] التمهيد في علم التجويد، الجزء: 1، ص: 48، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض

النشر في القراءات العشر، [فصل في التجويد] الجزء: 1، ص: 209، الناشر: المطبعة التجارية الكبرى [دار الكتاب العلمية]

الإتقان في علوم القرآن، الجزء: 1، ص: 282، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب

"وهو ما نقل عن علي رضي الله تعالى عنه رعاية الوقوف واداء المخارج"

"اور ترتیل کا معنی جو سیدنا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ترتیل سے مراد (حروف کو) مخارج سے ادا کرنا اور وقوف کی رعایت کرنا ہے"۔

## قرآن کریم کو پڑھنے کے لئے علم تجوید کی ضرورت:

مندرجہ بالا تفاسیر سے یہ واضح ہوا کہ علم تجوید قرآن کریم کے بنیادی علوم میں سے ہے اور حقوقِ قرآن میں سے ایک اہم ترین اور اولین حق ہے کہ حروف قرآن کو ان کے مخارج سے درست تلفظ کے ساتھ ادا کر کے تلاوت کی جائے۔ کیونکہ قرآن مجید کو نازل تجوید کے ساتھ کیا گیا ہے۔

امام الحفاظ، شیخ القراء علامہ شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری الشافعی (المتوفی:833ھ) مقدمۃ الجزریہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا اس لئے ضروری ہے:

مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرَآنَ آثِمُ
لِأَنَّهُ بِهِ الْإِلٰهُ أَنْزَلَا
وَ هٰكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَا

"جو قرآن کو تجوید سے نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تجوید کے ساتھ نازل فرمایا اور اسی طرح اللہ کی طرف سے ہماری طرف پہنچا"۔

اس لئے ضروری ہے کہ قرآن پاک کو سیکھنے سے قبل علم تجوید کو سیکھا جائے جیسا کہ امام جزری نے فرمایا ہے:

إِذْ وَاجِبٌ عَلَيْهِمْ مُحَتَّمُ
قَبْلَ الشُّرُوعِ أَوَّلًا أَنْ يَعْلَمُوا
مَخَارِجَ الْحُرُوفِ وَالصِّفَاتِ
لِيَلْفِظُوا بِأَفْصَحِ اللُّغَاتِ

"قرآن پاک میں شروع ہونے سے پہلے اوّلاً قاریان قرآن پر حروف کے مخارج وصفات (ذاتیہ و عرضیہ) کا جاننا قطعاً ضروری ہے تاکہ قاریان قرآن فصیح ترین لغات کے ساتھ قرآن پاک کا تلفظ کر سکیں (یعنی پڑھ سکیں)"۔

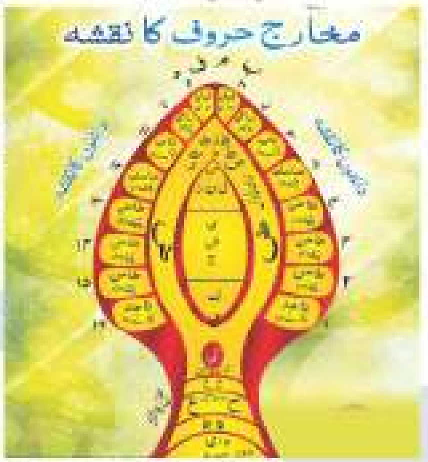


## علم تجوید کے حصول کا حکم:

علم تجوید کو تمام قواعد و جزئیات کے ساتھ پڑھنا فرض کفایہ ہے اور اس پر اتنی مقدار میں عمل کرنا فرض عین ہے کہ آدمی قرآن پاک کو درست تلفظ کے ساتھ پڑھ سکے اور غلطی سے بچ سکے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کے معنی اور مفہوم میں فساد نہ ہو اور نماز کو بھی فساد سے بچایا جا سکے۔

مفسر قرآن جامع المعقول والمنقول شیخ احمد المعروف ملاں جیون الحنفی (المتوفی:1130ھ)، "تفسیرات احمدیہ" میں ترتیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ان کو ترتیل قرآن کا حکم دیا اور ان پر (ترتیل کے ساتھ پڑھنا) واجب کر دیا۔ حضرت علی سے منقول ہے کہ ترتیل سے مراد رعایت وقوف اور اداء مخارج ہے جیسا کہ تفسیر حسینی والے نے اس کو لکھا ہے اور امام زاہد لکھتے ہیں کہ رعایت وقوف اور اداء مخارج نماز میں فرض ہیں ان کی رعایت کے بغیر نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ مامور بہ ہیں اور کسی آیت سے اس کا نسخ بھی ثابت نہیں کتب فقہ ان مسائل سے بھری ہوئی ہیں"۔[22]

شیخ الاسلام حضرت امام احمد رضا خان قادری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"بلاشبہ اتنی تجوید (سیکھنا) جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے، فرض عین ہے"۔[23]

اسی فتاوی رضویہ میں آپ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

[19] تفسیرات احمدیہ، الجز:1، ص:725، مکتبۃ الحرم، اردو بازار، لاہور، پاکستان

[20] المقدمۃ الجزریۃ، الجز:1، ص:9، الناشر: مکتبہ قادریہ، لاہور، پاکستان

[21] المقدمۃ الجزریۃ، الجز:1، ص:5، الناشر: دار المغنی للنشر والتوزیع

[22] تفسیرات احمدیہ، الجز:1، ص:725، مکتبۃ الحرم، اردو بازار، لاہور، پاکستان

[23] فتاوی رضویہ، الجز:6، ص:343، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان

"اتنی تجوید (سیکھنا) کہ (ایک) حرف دوسرے (حرف) سے صحیح ممتاز ہو، فرض عین ہے بغیر اس کے نماز قطعاً باطل ہے"۔[24]

امام جلال الدین سیوطی الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:

"قَدْ عَدَّ الْعُلَمَاءُ الْقِرَاءَةَ بِغَيْرِ تَجْوِيدٍ لَحْنًا"[25]

"بے شک علماء نے بغیر تجوید کے (قرآن) پڑھنے کو لحن (غلط خوانی) قرار دیا ہے"۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لِأَنَّ اللَّحْنَ حَرَامٌ بِلَا خِلَافٍ"[26]

"بلا خلاف لحن سب کے نزدیک حرام ہے"۔

اسی وجہ سے امام القراء علامہ شمس الدین ابو الخیر الجزری (المتوفی: 833ھ) نے "المقدمة الجزرية" کے باب معرفة التجويد میں لکھا ہے:

"وَ الْأَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ آثِمٌ"[27]

"اور (علم) تجوید کا حاصل کرنا واجب و لازم ہے کہ جو قرآن کو تجوید سے نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے"۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری (رحمۃ اللہ علیہ) فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں:

"علمائے کرام قراءت بے تجوید کو لحن (غلط خوانی) بتاتے ہیں اور احسن الفتاوی، فتاوی بزازیہ میں فرمایا: "ان اللحن حرام" بلا خلاف لحن سب کے نزدیک حرام ہے- ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح و تعلم میں اس پر کوشش واجب، اگر کوشش نہ کرے گا، معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہو گی، بلکہ جمہور علماء نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے، کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہو گا ، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف و امام حسین بن مطیع کا ہے، محیط میں اسی کو مختار الفتوی فرمایا، خانیہ و خلاصہ و فتح القدیر و مراقی الفلاح و فتاوی الحجۃ و جامع الرموز و درمختار و ردالمختار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا"۔[28]

قرآن مجید کو تجوید یعنی تصحیح الفاظ اور ادائیگی حروف کی درستگی کے ساتھ پڑھنے سے تلاوت کا حسن اور خوبصورتی بڑھ جاتی ہے- قرآن مجید کو جتنا خوش الحانی اور درد بھری آواز کے ساتھ پڑھا جائے، اللہ تعالیٰ اتنا زیادہ پسند فرماتا ہے- حدیث پاک میں ہے:

"حضرت فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جتنے شوق کے ساتھ کوئی شخص اپنی کنیز کا گانا سنتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ پسندیدگی کے ساتھ (اپنے) بندے کا قرآن سنتا ہے جو اُسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے"۔[29]

## علم تجوید کی تاریخی حیثیت:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم تجوید و قراءت علوم قرآنی میں سے ایک بنیادی علم ہے جو خصوصی اہمیت کا حامل ہے- اگر اس علم کو تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ خود حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو یہ علم سکھاتے تھے- حضرت مسعود بن یزید الکندی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ایک شخص کو قرآن کی قراءت سکھا رہے تھے- اس نے "إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ"[30] کو بغیر مد کے پڑھا- آپ (رضی اللہ عنہ) نے یہ سن کر فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے یہ آیت اس طرح نہیں پڑھائی- پھر اس شخص نے کہا کہ اے ابا عبد الرحمٰن (یہ آپ کی کنیت

[24] فتاوی رضویہ، الجز:3، ص:253، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان

[25] الإتقان في علوم القرآن، الجز:1، ص:346، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب

[26] الفتاوى الهندية، الجز:5، ص:317، الناشر: دار الفكر

[27] المقدمة الجزرية، الجز:1، ص:9، الناشر: مکتبہ قادریہ لاہور پاکستان

[28] فتاوی رضویہ، الجز:6، ص:319، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان

[29] سنن ابن ماجہ، بابٌ في حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، الناشر: دار إحياء الكتب العربية

صحیح ابن حبان، الجز:3، ص:31، الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت

[30] آل عمران:7

ہے) رسول اللہ (ﷺ) نے آپ کو یہ آیت کس طرح پڑھائی ہے؟

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے بتایا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ" اس کو مد کے ساتھ پڑھو"۔[31]

امام جلال الدین سیوطی "الاتقان" میں اسی حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

"وَهٰذَا حدیث حسن جَلِيلٌ حُجَّةٌ وَنَصٌّ فِي الْبَابِ رِجَالُ إِسْنَادِهِ ثِقَاتٌ أَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ"

"اور یہ حدیث نہایت ہی اچھی اور قابل قدر ہے اور (یہ مد کے بارے میں) حجت اور نص ہے۔ اس کے اسناد کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام طبرانی نے اس کو اپنی کتاب "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے"۔

المستدرک للحاکم کی روایت میں ہے کہ:

"حضرت ابو درداء (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم (ﷺ) نے ایک شخص کو قراءت میں غلطی کرتے ہوئے سنا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: اپنے بھائی کی اصلاح کرو (یعنی اسے درست تلفظ کے ساتھ پڑھنا سکھاؤ)"۔[33]

یہ دونوں روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) حضور نبی کریم (ﷺ) سے یہ علم سیکھتے اور پھر آگے سکھاتے جیسا کہ امام ابو نعیم الاصبہانی (المتوفی: 430ھ) تاریخ اصبہان اور امام ابو محمد مکی بن ابو طالب الاندلسی القرطبی المالکی (المتوفی: 437ھ) "الإبانة عن معاني القراءات" میں لکھتے ہیں:

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ:

"قَرَأْتُ عَلَى سَبْعِينَ مِنَ التَّابِعِينَ"

"میں نے ستر تابعین کرام (رحمہم اللہ) سے علم قراءت حاصل کیا ہے۔

اسی طرح علم تجوید و قراءت کو سیکھنے اور سکھانے کا یہ سلسلہ آج تک جاری رہا ہے اور آئمہ تفسیر و حدیث و فقہ کی طرح تجوید و قراءت کے آئمہ کرام کی بھی ایک طویل فہرست ہے اور ان ائمہ کی اس موضوع پر مستقل کتب بھی موجود ہیں۔ کسی صورت میں بھی اس علم کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری (رحمۃ اللہ علیہ) فتاوی رضویہ میں ایک سوال "کہ اکثر جہلاء کو قواعد تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں" کے جواب میں لکھتے ہیں:

"تجوید بنص قطعی قرآن واخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والسلام واجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام "حق و واجب اور علم دین شرع الٰہی ہے "قال الله تعالیٰ: ورتل القرآن ترتیلا" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور "قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو" اُسے مطلقاً ناحق بتانا کلمہ کفر ہے "والعیاذ بالله تعالیٰ"۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اُسے آگاہ اور متنبہ کرنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم"۔[35]

## علم وقوف کی تعریف اور اہمیت:

امام المجوّدین علامہ شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری (المتوفی: 833ھ) "المقدمة الجزرية" کے باب "معرفة الوقف" میں لکھتے ہیں:

[31] الإتقان في علوم القرآن، الجز: 1، ص: 333، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب
[32] ایضاً
[33] المستدرک علی الصحیحین، الجز: 2، ص: 447، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت
[34] تاریخ أصبهان، الجز: 2، ص: 301، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت
الإبانة عن معاني القراءات، الجز: 1، ص: 49، الناشر: دار نهضة مصر
[35] فتاوی رضویہ، ج: 6، ص: 322-323، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

"قواعدِ تجوید کے جاننے کے بعد وقف کے مقامات کا معلوم کرنا ضروری ہے"۔[36]

وقف کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی (رحمۃ اللہ علیہ) تفسیر تبیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

"قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وقف (ٹھہرنا) اور وصل (ملانا) کا صحیح علم حاصل کیا جائے۔یعنی کس جملہ کو دوسرے جملے یا کس لفظ کو دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھنا ہے یا کس جملہ اور لفظ کو کس دوسرے جملے یا لفظ سے جدا کر کے پڑھنا ہے۔اردو میں اس کی مثال ہے "روکو، مت جانے دو" اگر روکو پر وقف کر لیا جائے تو اس کا معنی "روکنا" ہے اور "روکو مت" پر وقف کر کے "جانے دو" پڑھا جائے تو اس کا معنی "نہ روکنا" ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ان میں سے ایک پیشِ خدمت ہے:

﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾[37]

"اور ان (آیات متشابہات کی) تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں"۔

اس آیت میں اگر "الا اللہ" پر وقف کیا جائے تو یہی معنی ہوگا جو ہم نے لکھا ہے اور اگر "وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ" پر وقف کیا جائے تو معنی بدل جائے گا اور اب یوں ہوگا، آیات متشابہات کی تاویل کو اللہ تعالیٰ اور علماء راسخین کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔[38]

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں صحیح جگہ پر وقف نہ کرنا قرآن مجید کے معنی اور منشاء کو بدل دیتا ہے اور بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی "الاتقان" میں وقف کی اہمیت کے باب میں علامہ ابن الانباری اور النکزاوی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ مِنْ تَمَامِ مَعْرِفَةِ الْقُرْآنِ مَعْرِفَةُ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَاءِ فِيهِ"

"علامہ ابن الانباری نے فرمایا کہ قرآن کی پوری معرفت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وقف اور ابتداء کی شناخت حاصل ہو"۔

"وَقَالَ النِّكْزَاوِيُّ: بَابُ الْوَقْفِ عَظِيمُ الْقَدْرِ جَلِيلُ الْخَطَرِ لِأَنَّهُ لَا يَتَأَتَّى لِأَحَدٍ مَعْرِفَةُ مَعَانِي الْقُرْآنِ وَلَا اسْتِنْبَاطُ الْأَدِلَّةِ الشَّرْعِيَّةِ مِنْهُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْفَوَاصِلِ"[39]

"اور نکزاوی نے کہا کہ وقف کا باب نہایت عظیم الشان اور قدر کے قابل ہے کیونکہ کسی شخص کو بھی قرآن کے معنوں اور اس سے احکام شرعی کی دلیلیں مستنبط کرنے کی شناخت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک وہ فواصل کو نہ پہنچانے (یعنی کہاں ملانا ہے اور کہاں نہیں ملانا)"۔

## علمِ وقوف کی سند اور اہمیت:

امام ابو جعفر الطحاوی (المتوفی: 321ھ) شرح مشکل الآثار میں ایک روایت نقل کرتے ہیں جو رموز اوقاف کی اصل ہے:

"حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: ایک بڑے عرصہ تک ہمارا یہ معمول رہا کہ ہم میں سے کوئی شخص قرآن پڑھنے سے پہلے ایمان لے آتا تھا۔سیدنا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جب کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم اس سورت کے حلال اور حرام کا علم حاصل کرتے اور اس

[36] المقدمة الجزرية ،الجز : 1،ص:17 ،الناشر: مکتبہ قادریہ لاہور پاکستان

[37] آل عمران:7

[38] تفسیر تبیان القرآن،ج:1،ص:118،فرید بک سٹال اردو بازار لاہور پاکستان

[39] الإتقان في علوم القرآن ، الجز: 1،ص:283 الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب

چیز کا علم حاصل کرتے کہ اس سورت میں کہاں کہاں وقف کرنا چاہیے۔۔۔"۔[40]

الاتقان میں ہے کہ اس روایت پر علامہ ابو جعفر نحاس اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ النَّحَّاسُ: فَهَذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَعَلَّمُونَ الْأَوْقَافَ كَمَا يَتَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ

"لہٰذا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام اوقاف کی تعلیم بھی اسی طرح حاصل کرتے جس طرح قرآن سیکھتے"۔

اور حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کے قول میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ وقف کا علم حاصل کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

علامہ ابو المعالی برھان الدین الحنفی (المتوفی: 616ھ) "محیط برہانی" میں وقف کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمَنْ يَقِفُ فِي غَيْرِ مَوَاضِعِهِ وَلَا يَقِفُ فِي مَوَاضِعِهِ لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَؤُمَّ"

"جو شخص مقامات وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے اور مقاماتِ وقف میں وقف نہیں کرتا تو اُسے امام نہ بنایا جائے"۔

اور امام سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں:

"اور بہت سے پچھلے زمانے کے علماء نے اجازت قراءت دینے والوں پر یہ شرط لگا دی تھی کہ وہ جب تک کسی شخص کو وقف و ابتداء کی شناخت میں بخوبی آزما نہ لیں، اس وقت تک قراءت قرآن کی سند نہ عطا کریں"۔[41] (و اللہ اعلم بالصواب)

## پیغام:

حضور جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے نوجوانانِ مسلم کو یہ پیغام ہے کہ اِس بات کو ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری فتح و نصرت کو وابستگیٔ قرآن سے مشروط کر دیا ہے اور یقیناً ہمارا زوال اُس دن سے شروع ہو چکا ہے جس دن سے ہمارا قرآن سے رشتہ کمزور ہونا شروع ہوا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں تعلیم قرآن کا اہتمام کریں۔ مثلاً روزانہ ایک آیت مبارکہ تفسیر نور العرفان سے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھا کریں اور بچوں کو ایک ایک آیت کریمہ بلاناغہ یاد کروائیں۔ جب ان کی عصری تعلیم مکمل ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ حافظِ قرآن بھی ہو جائیں گے۔ اِس وقت معاشرے کو ایک باکردار انسان اور مسلمان کی ضرورت ہے جو کہ وابستگیٔ قرآن سے ہی ممکن ہے۔

بزبان حکیم الامت علامہ محمد اقبال:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

☆☆☆

[40] شرح مشکل الآثار، الجز:4، ص:84، الناشر: مؤسسة الرسالة
[41] الفتاوى الهندية، الجز:1، ص:86، الناشر: دار الفكر
المحيط البرهاني، الجز:1، ص:321، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان
[42] الإتقان في علوم القرآن، الجز:1، ص:283، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب

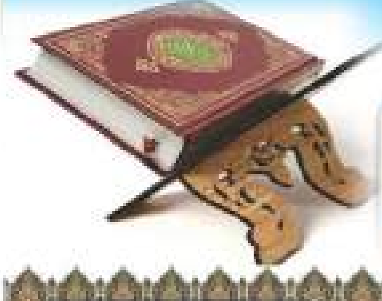

# قرآن مجید میں علم البیان اور علم البدیع کا اجمالی جائزہ

مفتی محمد صدیق خان قادری

اللہ رب العزت کا ازل سے یہ طریقہ کار رہا ہے کہ جس دور میں جس چیز کا زور ہوتا ہے اسی کے مطابق اپنے انبیاء کرام (علیہم السلام) کو معجزات عطا فرمائے- مثلاً حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے زمانے میں جادو گری کا بڑا زور اور چرچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو ید بیضا اور عصا والا معجزہ عطا کر کے جادو گروں کے فخر اور غرور کو توڑا- حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ میں علم حکمت کا بڑا عروج تھا اُس وقت بڑے بڑے حکماء موجود تھے جنہیں اپنی حکمت پر ناز بھی تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ناز توڑنے کیلئے اپنے رسول حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ آپ مادر زاد اندھوں کو بینائی، برص کے مریضوں کو شفاء اور مردوں کو زندہ فرما دیتے تھے- اسی طرح جب آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اعلان نبوت کیا تو اُس وقت عربوں کی فصاحت و بلاغت کا طوطی بولتا تھا- بڑے بڑے نامور اور فصیح و بلیغ شعراء موجود تھے کہ جن کی شاعری اور قصیدے بطور چیلنج کعبے کی دیواروں کے ساتھ لٹکائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے عربوں کا غرور خاک میں ملانے کیلئے اپنے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیگر معجزات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا عظیم معجزہ عطا فرمایا-

قرآن مجید ایسی فصیح و بلیغ کلام پر مشتمل ہے کہ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب فصحاء و بلغاء کی فصاحت و بلاغت نہ صرف ماند پڑ گئی بلکہ بار بار چیلنج کرنے کے باوجود قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کی مثل بھی لانے سے عاجز آگئے- اگر ہم شعراء و فصحاءِ عرب کہ جن کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں دی جاتی ہیں اُن کی فصیح و بلیغ کلام کا مطالعہ کریں تو اختلافِ مضامین، اختلافِ احوال اور اختلافِ اغراض سے اُن کی فصاحت و بلاغت میں فرق ضرور نظر آتا ہے- کوئی تعریف و مدح میں بڑھ چڑھ کر ہے تو کوئی ہجو میں معمول سے زیادہ گرا ہوا- کوئی اس کے برعکس ہے تو کوئی مرثیہ گوئی میں فوقیت رکھتا ہے- کوئی عشقیہ میں بھدا ہے تو کوئی رجز میں اچھا-

مگر ان تمام کے برعکس اگر ہم قرآن مجید میں غور کریں تو اس میں وجوہ خطاب بھی مختلف ہیں اور ان وجوہ میں اعتدال اور توازن بھی پایا جاتا ہے- کہیں قصص و مواعظ ہیں، کہیں حلال و حرام کا ذکر، کہیں وعدہ و وعید ہے تو کہیں تخویف و تبشیر، کہیں اخلاق حسنہ اور کہیں حقائق کائنات اور اُس کے اسرار و رموز کا بیان ہے- لیکن یہ کتاب ہر فن میں فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ درجے پر فائز ہے جو بشری طاقت سے باہر ہے-

قرآن مجید کے مضامین، جس نظم اور عبارت میں بیان کئے گئے ہیں ان کے معجز اور انسانی قدرت سے باہر ہونے کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک فصیح و بلیغ انسان جب ایک خطبہ یا قصیدہ لکھتا ہے تو وہ اس میں اپنی تمام صلاحیت بروئے کار لاتا ہے- پھر اس میں مسلسل غور و فکر کرتا رہتا ہے، کئی لفظ حذف کرتا ہے، کئی جملے تبدیل کرتا ہے، لکھتا اور مٹاتا ہے، تصحیح در تصحیح کرتا ہے، پھر کسی اور شخص کو دکھاتا ہے اور وہ اس میں مشورہ دہی اور اس کی تنقیح کرتا ہے- اسی طرح اس میں غور و فکر کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے پھر بھی حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں اب کوئی لفظ تبدیل نہیں یا کوئی جملہ حذف نہیں ہو گا-

لیکن! اگر قرآن مجید میں کسی ایک لفظ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھنا چاہیں تو تمام لغت عرب کو

چھانٹنے کے بعد بھی اس کا متبادل نہیں مل سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کلام معجز ہے اور انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فصحاءِ عرب نے جب قرآن مجید کی فصیح و بلیغ عبارات کو سنا تو وہ حیران رہ گئے اور ان کے پاس قرآنی آیات کو من و عن قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ کیونکہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ وحدہٗ لاشریک کا کلام ہے۔

اس مضمون میں علوم بلاغت میں سے علم البیان اور علم البدیع کا قرآن مجید میں ہونے کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ اولاً علم البیان کا تعارف اور اس کے تحت آنے والی اشیاء کا تعارف اور ان کی قرآن مجید سے مثالیں پیش کی جائیں گی اور پھر اسی طرز پر علم البدیع کا بیان ہو گا۔

## علم البیان کا تعارف:

امام سعد الدین تفتازانی علم البیان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ھو علم یعرف بہ ایراد المعنی الواحد بطریق مختلفۃ فی وضوح الدلالۃ علیہ"[1]

"علم بیان وہ علم ہے جس سے ایک معنی کا ایسے مختلف طریقوں سے بیان کرنا آجائے جن میں سے کوئی طریقہ اس معنی پر زیادہ وضاحت سے دلالت کرتا ہو اور دوسرا کم وضاحت سے دلالت کرتا ہو"۔

مزید آسان لفظوں میں اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ علم البیان وہ علم ہے کہ اس کے ذریعے ایک معنی کو مختلف انداز میں بیان کرنے کا ڈھنگ آجاتا ہے۔ اب اس کے تحت آنے والی اشیاء کا ذکر کیا جاتا ہے:

## التشبیہ:

"التشبیہ الحاق امر بامر فی وصف"[2]

تشبیہ سے مراد ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی صفت میں شریک کرنا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا[3] "ہم نے رات کو لباس بنایا"۔

یہاں رات کو لباس کے ساتھ تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے رات کو ستر اور پردے میں لباس کی طرح بنایا ہے کہ جس طرح لباس بندے کو ڈھانپ لیتا ہے اسی طرح رات بھی ڈھانپ لیتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ[4]

"اور بے شک ہم نے جہنم کیلئے پیدا کیے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپائیوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں"۔

اس آیت مبارکہ میں ایسے لوگ جو دل، آنکھ اور کان رکھنے کے باوجود اُن سے فائدہ حاصل نہیں کرتے ان کو جانوروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح جانور کما حقہ سمجھ نہیں رکھتے اسی طرح یہ لوگ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔

## مجاز:

"ھو اللفظ المستعمل فی غیر ماوضع لہ لعلاقۃ مع قرینۃ مانعۃ من ارادۃ المعنی السابق"[5]

"مجاز وہ لفظ ہے جس کو کسی تعلق کی وجہ سے اس کے حقیقی معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے۔ اس میں ایسا قرینہ ہوتا ہے جو اس کے حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہوتا ہے"۔

ارشادِ خداوندی ہے:

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ[6]

"وہ اپنی انگلیوں کے پوروں کو اپنے کانوں میں بناتے ہیں"۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ "اصابع" اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ مجازی معنی یعنی پوروں میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اصابع کا لفظ انگلیوں کیلئے بنایا گیا ہے پوروں کیلئے نہیں۔ لیکن چونکہ پورے انگلیوں کی جز ہیں تو اس علاقہ کی وجہ سے

[1] (مختصر المعانی، ص:303)
[2] (دروس البلاغہ، ص:97)
[3] (النبا:10)
[4] (الاعراف:179)
[5] (دروس البلاغہ، ص:114)
[6] (البقرۃ:19)

پورے مراد لیے اور حقیقی معنی انگلیاں مراد لینے میں رکاوٹ پر قرینہ بھی ہے کہ پوری انگلی کو کان میں ڈالنا ممکن نہیں لہٰذا کل بول کر جزء مراد لیا۔

## استعارہ:

"الاستعارة هي مجاز علاقته المشابهة"[7]

"استعارہ یہ مجازی ہوتا ہے اگر حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان علاقہ تشبیہ کا ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں"۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ"[8]

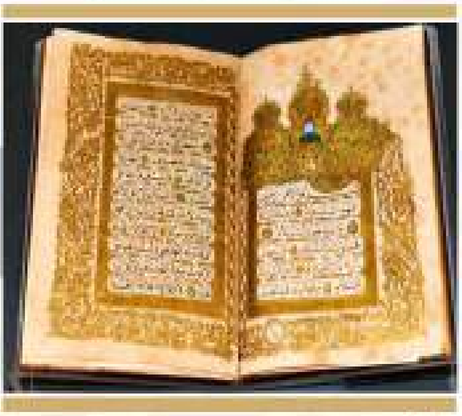

"یہ کتاب جسے آپ کی طرف اتارا تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالیں"۔

اس آیت کریمہ میں لفظ ظلمات اور نور ان معنوں میں استعمال نہیں ہوئے جن کیلئے ان کو بنایا گیا ہے یعنی حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوئے ظلمات گمراہی کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اندھیرے اور گمراہی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہے اور اس طرح نور اور ہدایت کے درمیان بھی تشبیہ کا علاقہ ہے اور اس میں قرینہ اس کا ماقبل یعنی "كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ" ہے کیونکہ کتاب کے اتارنے کا مقصد گمراہی سے ہدایت کی طرف لے جانا ہے۔لہٰذا ظلمات گمراہی کا اور نور ہدایت کا استعارہ ہے۔

## کنایہ:

"هي لفظ اريد به لازم معناه مع جواز ارادة ذالك المعنى"[9]

"کنایہ وہ لفظ ہے جس سے اس کے معنی کے لازم کو مراد لیا جائے اور اصل معنی کو مراد لینا بھی جائز ہو"۔

ارشادِ ربانی ہے:

"وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ"[10]

"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا"۔

اس آیت کریمہ میں "يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ" یعنی ظالم کا ہاتھ چبانا، یہ شرمندگی، حسرت اور غصے سے کنایہ ہے کیونکہ بندے کو جب کوئی شرمندگی، حسرت اور غصہ ہو تو وہ ہاتھ چباتا ہے تو گویا کہ ہاتھ چبانے کو شرمندگی، حسرت اور غصہ لازم ہے تو یہ کنایہ ہوا تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن ظالم شرمندگی اور حسرت کا اظہار کرے گا۔علاوہ ازیں اس آیت کا یہاں اصل معنی "ہاتھ چبانا" مراد لینا بالکل جائز ہے۔

## علم البدیع کا تعارف:

علامہ عبدالرحمن قزوینی علم البدیع کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"هو علم يعرف به وجوه تحسين الكلام بعد رعاية المطابقة لمقتضى الحال"[11]

"علم البدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے فصیح و بلیغ کلام کو حسین کرنے کے طریقے معلوم ہو جائیں"۔

اس علم کے تحت آنے والی اشیاء بہت ساری ہیں، بعض کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے جنہیں محسنات لفظیہ کہا جاتا ہے اور بعض کا تعلق معنی کے ساتھ ہے جنہیں محسنات معنویہ کہا جاتا ہے۔چونکہ اس مختصر مضمون میں ان تمام کا ذکر کرنا ناممکن ہے لہٰذا اجمالی طور پر چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## توریہ:

"التورية ان يذكر لفظ له معنيان قريب يتبادر فهمه من الكلام بعيد هو المراد بالافادة لقرينة خفية"[12]

"توریہ سے مراد ایک ایسا لفظ جس کا ذکر کیا جائے اس کے دو معنی ہوں۔ایک قریبی جو کلام سے جلد سمجھ آجائے اور دوسرا بعیدی جو کسی مخفی قرینے کی وجہ سے فائدہ دینے کیلئے مراد لیا گیا ہو"۔

---

[7] (دروس البلاغۃ، ص:114)

[8] (ابراہیم:1)

[9] (تلخیص المفتاح، ص:84)

[10] (الفرقان:27)

[11] (تلخیص المفتاح، ص:86)

[12] (دروس البلاغۃ، ص:128)

جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ"[13]

"اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو اس کو جانتا ہے"۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "مَا جَرَحْتُم" کے دو معنی ہیں۔پہلا معنی تو یہ ہے کہ جو تم نے زخم کیے یہ اس کا قریبی معنی ہے اور اس معنی کی طرف ذہن جلد جاتا ہے اور دوسرا معنی ہے کہ جو تم نے گناہ کیے یہ اس کا بعیدی معنی ہے اور ذہن اس کی طرف جلدی نہیں جاتا۔اس مقام پر اگر دوسرا معنی مراد لیا ہے تو پھر مطلب یہ ہو گا کہ جو تم دن کو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

## الطباق:

"هو الجمع بين معنيين متقابلين"[14]

"طباق یہ ہے کہ کلام میں دو باہم متقابل معنوں کو اکٹھا کر دیا جائے چاہے وہ دونوں اسم ہوں یا فعل"۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ"[15]

"اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں "أَيْقَاظ" اور "رُقُود" یہ اسم ہیں جن کو ایک ساتھ جمع کر دیا گیا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے متقابل ہیں کیونکہ "أَيْقَاظ" کا معنی جاگنا اور "رُقُود" کا معنی سونا ہے۔

فعل کی مثال فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا"[16]

"اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور جانتے ہیں جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی"۔

دیکھیے! یہاں دو فعل "لَا يَعْلَمُونَ" اور "يَعْلَمُونَ" باہم متقابل ہیں اور انہیں ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

## المقابلہ:

"هو أن يؤتى بمعنيين أو أكثر ثم يؤتى بما يقابل ذالك على الترتيب"[17]

"یہ طباق کی ایک قسم ہے اور مقابلہ یہ ہے اولاً دو یا زیادہ معنوں کو ذکر کیا جائے پھر ان کے متقابل کو بھی بالترتیب لایا جائے"۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا"[18]

"سو انہیں چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں"۔

اس آیت مبارکہ میں اولاً "ضحك" اور "قلت" کو لایا گیا پھر دونوں کے متقابل "بکاء" اور "کثرت" کو علی الترتیب لایا گیا ہے۔

## الاستخدام:

"هو ذكر اللفظ بمعنى وإعادة ضمير عليه بمعنى آخر"[19]

"استخدام کہتے ہیں کہ دو معنی والے کسی لفظ کو ذکر کیا جائے اور اس سے کوئی ایک معنی مراد لیا جائے پھر اس لفظ کی طرف ایک ضمیر لوٹائی جائے اور اس ضمیر سے اس لفظ کا دوسرا معنی مراد لیا جائے"۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ"[20]

"تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے"۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ "الشَّهر" استعمال ہوا ہے جو دو معنوں والا ہے۔ایک معنی ہلال رمضان ہے اور دوسرا معنی شہر رمضان ہے۔لفظ "الشَّهر" سے پہلا یعنی ہلال رمضان مراد لیا گیا ہے اور پھر "فَلْيَصُمْهُ" کی ضمیر منصوب متصل جب لفظ "الشَّهر" کی طرف لوٹائی تو اس وقت اس کا دوسرا معنی شہر رمضان مراد لیا گیا۔اس لیے معنی ہوا کہ جو تم میں سے رمضان

[13] (الانعام:60)
[14] (دروس البلاغہ، ص:131)
[15] (الکہف:18)
[16] (الروم:6-7)
[17] (تلخیص المفتاح، ص:87)
[18] (التوبہ:82)
[19] (دروس البلاغہ، ص:134)
[20] (البقرۃ:185)

کے چاند کو دیکھے تو اُسے چاہیے کہ وہ ماہ رمضان کے روزے رکھے۔

## الطی والنشر:

"هو ذكر متعدد على التفصيل او الاجمال ثم يذكر مالكل واحد من المتعدد من غير تعيين اعتمادا على فهم السامع"[21]

طی و نشر یہ ہے کہ کئی ایک اشیاء کو اولاً اجمالاً یا تفصیلاً ذکر کیا جائے پھر ان میں سے ہر ایک کیلئے بغیر تعیین کے ایک ایک حکم بھی ذکر کر دیا جائے فہم سامع پر اعتماد کرتے ہوئے"۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ"[22]

"اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو"۔

اب اس آیت کریمہ میں دو چیزیں لیل اور نہار علیحدہ علیحدہ طور پر ذکر ہوئی ہیں اور ان کیلئے دو حکم بھی بغیر تعیین کے مذکور ہوئے۔ مگر اس عدم تعیین سے فہم مراد میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اکثر بیشتر آرام رات کو ہوتا ہے اور کسب معاش دن کو ہوتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا "لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ" کا ربط "الَّيْلَ" یعنی رات کے ساتھ ہے اور "لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ" کا تعلق "النَّهَارَ" یعنی دن کے ساتھ ہے۔

## تشابہ الاطراف:

"هو جعل آخر جملة صدر تاليتها او آخر بيت صدر ما يليه"[23]

"تشابہ الاطراف یہ ہے کہ نثر یا شعر میں کسی جملے کے آخری حصے کو اس کے بعد والے جملے کے شروع میں لایا جائے"۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ"[24]

"اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال اس طاق کی طرح ہے کہ جس میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ رکھا ہوا ہو ایک شیشے میں وہ شیشہ ایسا ہو جیسا کہ ایک چمکتا ہوا موتی"۔

اس آیت مبارکہ میں پہلے جملے کے آخری لفظ 'مِصْبَاحٌ' کو دوسرے جملے کے آغاز میں 'اَلْمِصْبَاحُ' کی صورت میں لایا گیا ہے اور دوسرے جملے کے آخری لفظ 'زُجَاجَةٍ' کو اس کے بعد والے جملے کے شروع میں 'اَلزُّجَاجَةُ' کی شکل میں اعادہ کر کے اس کلام کو زینت بخشی گئی ہے۔

## تصدیر:

"هو في النثر ان يجعل احد اللفظين المكررين او المتجانسين او الملحقين بهما بان جمعهما اشتقاق او شبهه في اول الفقرة والثاني في آخرها"[25]

"تصدیر یہ ہے کہ نثر میں ایسے دو لفظ جو مکرر ہوں یا ایک جنس کے ہوں یا ان دونوں کے ساتھ اس طرح ملحق ہوں کہ ان دو لفظوں کا ماخذ اشتقاق ایک ہو یا بعینہٖ ایک تو ہو البتہ ایک جیسا ہو ان میں سے کوئی ایک لفظ کسی فقرے کی ابتداء میں ہو اور دوسرا دوسرے فقرے کے اخیر میں استعمال کیا جائے"۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ"[26]

"آپ لوگوں کے طعن و تشنیع سے ڈرتے تھے اور آپ کو اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیے"۔

اس کلام میں لفظ "تَخْشَى" مکرر استعمال ہوا ہے۔ پہلے فقرے میں آیت کے آغاز میں پھر دوسرے فقرے کے آخر میں اور یہ دونوں کلمے لفظاً و معنیً دونوں میں متفق ہیں۔

ایسے دو ملحق بالتجانسین کہ جن دونوں کو ماخذ اشتقاق نے یکجا کر دیا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا"[27]

"تم اپنے رب سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کرو بلاشبہ وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے"۔

[21](دروس البلاغہ، ص:138)
[22](القصص:73)
[23](دروس البلاغہ، ص:146)
[24](النور:35)
[25](تلخیص المفتاح، ص:103)
[26](الاحزاب:37)
[27](النوح:10)

اس آیت کریمہ میں "اِسْتَغْفِرُوْا" اور "غَفَّارًا" مکرر بھی نہیں اور متجانسین بھی نہیں البتہ دونوں کا ماخذ اشتقاق ایک ہونے کی وجہ سے متجانسین کے ساتھ ملحق سمجھ لیا گیا ہے ان میں سے ایک لفظ ایک آیت کے شروع میں ہے اور دوسرا لفظ دوسری آیت کے آخر میں ہے۔

## سجع:

"ھو توافق الفاصلتین نثرا فی الحرف الاخیر"

"وہ نثر کہ دو جملوں کے حرف اخیر کی یکسانیت کا نام ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ پہلا جملہ جس حرف پر ختم ہو رہا ہو دوسرا جملہ بھی اسی حرف پر ختم ہو تو اسے سجع کہتے ہیں۔

"اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ"

اب ان تینوں آیات میں اگر ہم غور کریں تو پہلی آیت جس حرف پر ختم ہو رہی ہے اسی طرح دوسری اور تیسری آیت بھی اسی حرف "ت" پر ختم ہو رہی ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ"

ان آیات میں بھی 'سجع' ہے کہ جس حرف پر پہلی آیت یعنی "والطور" ختم ہو رہی ہے تو اسی حرف "ر" پر باقی آیات بھی ختم ہو رہی ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ"

ان آیات میں بھی اگر ہم غور کریں تو پہلی آیت جس حرف پر ختم ہو رہی ہے وہ حرف "د" ہے اسی حرف پر بقیہ آیات بھی ختم ہو رہی ہیں۔

## قلب:

"ھو ان یکون الکلام بحیث لو عکستہ وبدات بحرفہ الاخیر الی الاول کان الحاصل بعینہ"

"کلام کا اس طرح ہونا کہ اگر اس کو الٹا لیا جائے اور حرف آخر سے اول کی طرف ابتداء کر لی جائے تو پھر بھی عبارت اور معنی میں کوئی فرق نہ آئے"۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"رَبَّكَ فَكَبِّرْ"

"اپنے رب ہی کی بڑائی بولو"۔

ان کلمات الٰہیہ میں پہلے "ر" پھر "ب"، پھر "ک" اس کے بعد "ف"، "ک" پھر "ب" اور آخر میں "ر" ہے۔ اگر ہم "رَبَّكَ فَكَبِّرْ" کو الٹا پڑھیں یعنی "فَكَبِّرْ" کی "ر" سے ابتدا کریں اور "رَبَّكَ" کی "ر" پر ختم کریں پھر بھی "رَبَّكَ فَكَبِّرْ" بنتا ہے تو نہ لفظ میں تبدیلی آتی ہے اور نہ ہی معنی میں۔

## خلاصہ کلام:

قرآن مجید میں جس انداز سے ایک معنی مختلف طریقوں سے بیان ہوا ہے اور الفاظ و معانی کی تحسین کے جو طرق بیان ہوئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید علوم بلاغت میں اپنے اس منتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ جس کی نہ صرف نظیر ہی نہیں ملتی بلکہ وہ فصحاء عرب کہ جن کی رگوں میں فصاحت و بلاغت خون حیات بن کر دوڑتی تھی، ان کی شاعری اور فصاحت و بلاغت ان کے معاشرے کی روح تھی۔ جن کے فخر و ناز کا سرمایہ اور شہرت کا ذریعہ سب کچھ شعر و ادب ہی تھا، وہ بھی قرآن مجید کے نظم و نسق، اشارات و کنایات، تشبیہات و سجع کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ان کا سارا ادب قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے آگے سرنگوں ہو گیا اور وہ اس قرآن مجید کا مقابلہ کر بھی کیسے سکتے تھے کہ جب خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء میں قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ:

"قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا"

"تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو"۔

☆☆☆

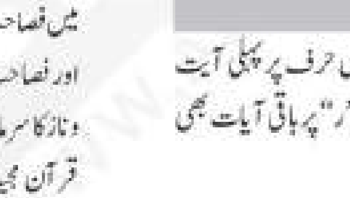

[28](دروس البلاغہ، ص:154)

[29](التکویر:1-3)

[30](الطور:1-4)

[31](البروج:2-5)

[32](مختصر المعانی، ص:485)

[33](المدثر:3)

# ABYAT-E-BAHOO
# ابیاتِ باھو

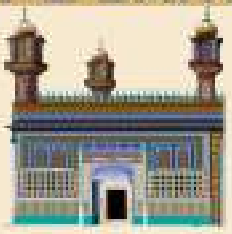

عشق دی بھاہ ہڈاں دا بالن، عاشق بہہ سکیندے ھو
گھت کے جان جگر وچ آرا، ویکھ کباب تلیندے ھو
سرگرداں پھرن ہر ویلے، خون جگر دا پیندے ھو
ہوئے ہزاراں عاشق باھوؒ، پر عشق نصیب کہیندے ھو

**Fire of ishq burns with bones aashiq acquires warmth from it Hoo**
**They cut their soul with saw and see how they make kebab of it Hoo**
**They suck their hearts blood remain perplexed all the while in longing pain Hoo**
**Among thousand ashiq's Bahoo ishq is destiny in which some remain Hoo**

*Ishq di bhaa ha'Daa'N de balan aashiq baih sekainday Hoo*
*Ghat kay jan jigar wich aara wekh kabab talainday Hoo*
*Sar girdan phiran har welay khoon jigar da peenday Hoo*
*Hoye hazara'N aashiq Bahoo par ishq naseeb kahainday Hoo*

Translated by: M. A. Khan

تشریح:

قذر دنیا را نہ طلبند انبیاؑ — ترک دنیا فرض شد بر اولیاؑ

"انبیاء (علیہم السلام) مکروہ دنیا سے پاک تھے اور اولیائے اللہ پر ترکِ دنیا فرض ہے"۔ (اسرار قادری)

سیدی رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان مبارک ہے: "جس راہ کو شریعت رد کرے وہ زندیق کی راہ ہے"۔ لیکن یاد رہے اسلام صرف ظاہری احکام کا نام نہیں بلکہ اسلام شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے مجموعے کا نام ہے۔ صوفیائے کرام کے ہاں ان کے بعض اقوال سے جو یہ تاثر ملتا ہے کہ شاید یہاں احکامِ شرع کو اہمیت نہیں دی گئی، حالانکہ بات دراصل یہ ہے کہ اہلِ عشق جہاں شریعت کے محافظ ہوتے ہیں وہاں باطن (طریقت، معرفت اور حقیقت) کے بھی ترجمان ہوتے ہیں اور باطن کے تقاضے بعض اوقات اپنے معبودِ حقیقی کی بارگاہِ اقدس میں گھر بار چھوڑنے اور جان و مال کی قربانی کے ہوتے ہیں جن کو ظاہر بین شریعت سے متصادم قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باھوؒ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں: "تمام فرائض میں سے افضل ترین فرض خدائے تعالیٰ کو حاضر ناظر جاننا ہے اور افضل ترین سنت راہِ خدا میں گھر بار کو صدقہ کرنا ہے" (عین الفقر)۔ مزید ارشاد فرمایا: "مذکر طالبِ مولیٰ وہ ہے جو دنیا سے وضو اور آخرت سے غسل کر لیتا ہے اور اہل و عیال و احباب، اولاد و گھر بار اور جان و دل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتا" (عین الفقر)۔

اس کی حقیقت کو یہاں دو مثالوں سے عرض کرتا ہوں ایک یہ کہ جب غزوہ تبوک کے موقع پر سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے مال طلب فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے سارا مال قربان فرما دیا تو کیا سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو حضور نبی کریم (ﷺ) کے یہ فرمان مبارک "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہے" اور "اجر کے اعتبار سے بہترین صدقہ وہ ہے جو تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے" سامنے نہ تھے؟ اور دوسری گزارش یہ ہے کہ کیا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت خضر (علیہ السلام) کے واقعہ میں رونما ہونے والے افعال (کشتی توڑ دینا، اجرت دیئے بغیر دیوار سیدھی کر دینا اور بچے کو قتل کرنا) شریعت کے خلاف تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ صوفیائے کرام نے ہمیشہ شریعت کی پاسداری کی ہے، شریعت کی اہمیت پر زور دیا ہے انہوں نے کبھی ظاہری ارکانِ اسلام کی نفی نہیں فرمائی بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ شریعت کے ظاہری و باطنی تقاضے پورے کیے جائیں۔ جیسا کہ حضرت سلطان محمد باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا: "راہِ شریعت پر گامزن ہو کر میں عرش و کرسی سے بالاتر مقامات پر جا پہنچا اور سرِ وحدت کے ہر مقام کا خوب مشاہدہ کیا"۔ (عین الفقر)

2: "فقر کیا چیز ہے؟ فقر گھر کی ویرانی کا نام ہے جیسے کہ آقا کریم (ﷺ) نے اپنا گھر ویران کیا اور گھر کی ہر چیز کو راہِ خدا میں صدقہ کر کے دنیا کو تین طلاقیں دے دیں حتیٰ کہ گھر میں دیا جلانے کیلئے تیل اور فرش پر بستر بچھانے کے لئے بوریا تک نہ چھوڑا۔ فقیر بھی اسی کو کہتے ہیں جو خدا کا دیا ہوا خدا کو دے اور خدا کا دیا ہوا خدا کو دے دے"۔ (عین الفقر)

اللہ عزوجل کے محبوب کریم (ﷺ) کی یہ سنت مبارکہ ہر دور میں علماء صلحاء ادا کرتے آئیں ہیں جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"مراقبہ فقر کی خاطر تو بادشاہوں نے اپنی بادشاہی اور گھر بار چھوڑ دیئے ہوں فقیری و تنگی اختیار کر لی اور اپنے نفس کے گھوڑے کو میدانِ توحید میں ڈال دیا پھر وہ عشق، محبت اور شوقِ الٰہی سے مستغرق نہیں ہوئے اور آخرت کی بازی جیت گئے اور خود کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ بظاہر وہ مر گئے لیکن بباطن نہیں مرے وہ ایسے عاشق اہل اللہ ہیں کہ ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔ ان میں سے بعض نے اپنے نفس پر دس سال کا احرام باندھا، بعض نے چالیس سال کا اور بعض عمر بھر رات دن مراقبہ میں غرق رہے"۔ (عین الفقر)

3: اہلِ دنیا اور اہلِ عشق کی راہیں جدا جدا ہیں، دونوں کی ترجیحات الگ الگ ہیں جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

"جو چیز مردہ دل کے لئے موت ہے وہ عاشق کے لئے عین حیات ہے کہ اس سے عاشقوں کو لذت حاصل ہوتی ہے" (نور الہدیٰ)۔ مزید ارشاد فرمایا: "جب کوئی دل کے ورق سے اسمِ اللہ کا مطالعہ کرتا ہے تو پھر اسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی، اسی حالت میں وہ خلق کی نظر میں تو بے شعور ہوتا ہے مگر خالق کے ہاں وہ صاحبِ شعور ہوتا ہے"۔ (محک الفقر کلاں)

4: "ذکرِ جاری ایسا ذکر ہے کہ جسے ذاکر اگر چھوڑ بھی دے تو بھی ذکر اسے ہرگز نہیں چھوڑتا بلکہ وہ ذکر جاری ہو کر اس کے وجود پر اور زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اور اسے اپنے قبضہ و تصرف میں رکھتا ہے" (کلید التوحید کلاں)۔ اس مقام پر اللہ عزوجل اپنے خاص فضل و کرم سے ان کی حفاظت فرماتا ہے جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل دنیا کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے:

"خبردار! میرے دوستوں کے قریب مت جا، ان سے دور رہ اور ان کے سامنے خود کو بدصورت و بدنما بنا کر پیش کر تاکہ میرے دوست تجھ سے گریز کریں اور تجھے نہ چاہیں، تجھ سے توبہ کریں اور تیرے ساتھ واسطہ نہ رکھیں۔ میں تیرے دوستوں کو نہیں چاہتا تو بھی میرے دوستوں کو دور رکھ"۔ (عین الفقر)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"حضور حضوری اور تصرف منظور کا نور میرے ساتوں اندام میں اس طرح سما گیا ہے جس طرح کہ دودھ میں پانی۔ اگر میں نورِ حضور کو چھوڑوں بھی تو وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ اگر میں تجلیاتِ انوارِ دیدار کی سوزش و گرمی سے عاجز ہو کر ان سے گریز کروں اور ہوائے نفس کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کروں تو نورِ حضور مجھ پر غالب آ جاتا ہے اور وہ مجھے ایسا نہیں کرنے دیتا"۔ (امیر الکونین)

English Translation of

SULṮĀN AL-ʿĀRIFĪN SULTAN BAHOO'S

Persian Book

# ʿAYN AL-FAQR

## EYE OF SPIRITUAL-EXCELLENCE

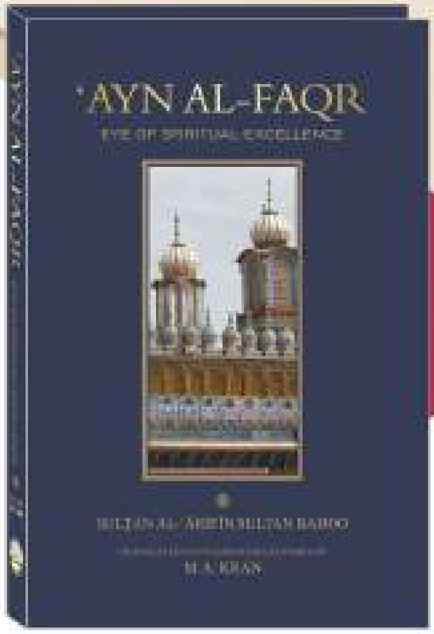


**Published & Available**

TRANSLATED BY

M.A. KHAN

*Luton, UK*

***A Meaningful Struggle***

***International Standard***

عین الفقر حضرت سلطان باھوؒ کی شاہکار تصنیف ہے جو طالبانِ مولا کی رہنمائی کیلئے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب سالکانِ راہِ حق بالخصوص اولادِ حضرت سلطان باھوؒ کو صدیوں سے فقر و تصوف کے بنیادی درس کے طور پہ پڑھائی جا رہی ہے۔ ایم اے خان کی جانب سے کیے گئے اس انگریزی ترجمہ کا مقصد عظیم ورثے کو انگریزی قارئین تک پہنچانا ہے۔ انہوں نے حضرت سلطان باھوؒ کی اصطلاحات کا منفرد انداز میں ترجمہ کیا ہے جو پڑھنے والے کیلئے آسانی پیدا کرتی ہیں۔

یہ ترجمہ حضرت سلطان باھوؒ کے پیغام کو دُنیائے جدید میں پھیلانے کا مؤثر ذریعہ ہے۔

**علم دوست لوگوں کے لئے خوبصورت تحفہ**

**العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان**

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

www.alfaqr.net